بیادگار
بیباک و جری صحافی حضرت مولانا عظیم الدین واعظ رحمۃ اللہ علیہ

دینی تعلیمی ادبی و اصلاحی رسالہ

ماہنامہ
آئینہ حق
دھلی

AAINA-E-HAQUE
ماہنامہ آئینہ حق دھلی
DELHI

MONTHLY AAINA-E-HAQUE DELHI

انسانی جہاز کے ناخدا

''پیغمبر ہی انسانی جہاز کے ناخدا ہیں، انسانوں کی کشتی ہر زمانہ میں انہیں کی ناخدائی سے ساحل تک پہنچی ہے، صرف حضرت نوح کے فرزند ہی کی خصوصیت نہ تھی، ہر زمانہ میں جس نے بھی دعوی کیا کہ ''سَآوِیْ إِلٰی جَبَلٍ یَعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَاءِ ''(میں تو پہاڑ پر پناہ لے کر طوفان سے محفوظ رہ جاؤں گا'' اس کو یہی جواب ملا ''لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ ''(آج کوئی بچانے والا نہیں) محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد افراد اور قوموں، اہل مشرق اور اہل مغرب، اولین و آخرین سب کے لیے اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ سعادت و فلاح انہیں کے دامن سے وابستہ ہے، ان سے علیحدہ ہو کر شقاوت اور ہلاکت، محرومی و نامرادی کے سوا کچھ نہیں۔"

(کاروان مدینہ:۱۱۷)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

جنوری 2021
قیمت ₹ 20/-

مُدیرِ اعلیٰ
قاری محمد فاروق جامعی

عُثمانیہ بُک ڈپو

نزد جامعہ عربیہ سراج العلوم راجیونگر، منڈولی، دہلی ۹۳

ہمارے یہاں خوبصورت کتابت، دلکش ڈیزائن اور معیاری طباعت کے ساتھ پوری کتاب تیار کی جاتی ہے، خواہش مند حضرات رجوع کریں، ایمانداری و دیانت داری اپنا اصول ہے! اسی طرح آرڈر پر درسی وغیر درسی کتب، قرآن شریف قاعدے، سیپارے، دینی کتابیں، لغات ہر زبان میں ہر وقت دستیاب ہیں۔ ان کے علاوہ ٹوپیاں تسبیحات، سفری جاء نماز عطریات، رومال، دسترخوان، دارالعلوم کیلنڈر، دارالعلوم ڈائری و دیگر اسلامی کیلنڈر وغیرہ رٹیل اور تھوک ریٹ پر ملک و بیرون ملک بھیجنے کا مناسب نظم ہے۔ قاری محمد فاروق جامعی

منیجنگ ڈائرکٹر عثمانیہ بکڈپو راجیونگر، منڈولی، دہلی ۹۳

موبائل:

+91 9811759209

بیادگار بانی ومدیر اعلیٰ سابق حضرت مولانا عظیم الدین واعظ بن حاجی محمد واعظ صاحب

اوراقِ صداقت پر آئینۂ حق دیکھیں افکار ومضامین کی تابندہ جھلک دیکھیں

دینی، تعلیمی، ادبی واصلاحی رسالہ

علامہ ظفر احمد عثمانی قاسمی

ماہنامہ

آئینۂ حق دہلی

Monthly **Aaina-e-Haque** Delhi

January | شمارہ نمبر-1 | جلد نمبر-21 | جمادی الاوّل۔ جمادی الآخر ۱۴۴۲ھ

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا محمد یحییٰ بھام صاحب ساؤتھ افریقہ

جناب ڈاکٹر سیّد فاروق ڈائریکٹر انٹرنیشنل ہوسپیٹل، دہلی

زیر نگرانی:

حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی صاحب وزارۃ الاوقاف کویت

حضرت الحاج محمد یوسف ڈیسائی صاحب ساؤتھ افریقہ

مدیر اعلیٰ

قاری محمد فاروق جامعی

مدیر

مولانا محمد واصف نفیس مظاہری

مجلس مشاورت

مولانا مشتاق احمد صاحب الحسینی بھوجپوری

ابرار احمد نگینہ اسسٹنٹ منیجر بیت التمویل کویت

عبد القادر طیب صاحب ساؤتھ افریقہ

مجلس ادارت

مولانا مفتی اشتیاق احمد جونپوری

عبد القیوم واعظ راجیو نگر منڈولی، دہلی

مولانا محمد شاہد ناصری الحنفی ممبئی

ایک شمارہ کی قیمت 20 روپے، سالانہ زر تعاون 200 روپے، بیرون ممالک کے لئے 50 ڈالر، خلیجی ممالک کے لئے 500 درہم

قانونی مشیر جناب عاطف احمد سہروردی ایڈوکیٹ سپریم کورٹ دہلی

طابع، ناشر، مالک وایڈیٹر قاری محمد فاروق جامعی نے بھارت آفسیٹ پرنٹنگ اینڈ پروسیسنگ 2035، قاسم جان اسٹریٹ، بلی ماران، دہلی-6 سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ آئینۂ حق سی 18، سیکنڈ فلور، گلی نمبر 1، راجیو نگر، منڈولی دہلی 93 سے شائع کیا۔

Owner, Publisher, Printer & Editor Mohd. Farooq, Printed at Bharat Offset Printing & Processing 2035, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 Published from Office Monthly Aaina-e-Haque, C-18, 2nd Floor, Street-1, Rajiv Nagar, Mandoli, Delhi-93

نوٹ: قانونی چارہ جوئی کا حق صرف دہلی کی عدالت کو ہوگا مضمون نگار حضرات کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

For Cheque & Draft Monthly Aaina-e-Haque Delhi

خط وکتابت کا پتہ Address:

Monthly Aaina-e-Haque Urdu, C-18, 2nd Floor, Street No. 1, Rajiv Nagar, Mandoli (Extn.) Delhi-110093 (INDIA)

Mob.: +91-9811759209, 8586838060, 8447551717

E-mail: aainaehaque80@gmail.com

مشمولات

نمبر شمار	مشمولات	اصحاب قلم	صفحات
1	اداریہ : یوم احتساب	مدیر اعلیٰ کے قلم سے	3
2	آئینۂ قرآن : قیصر و کسریٰ کا ظالمانہ نظام اور قرآنی تعلیم	امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ	5
3	آئینۂ حدیث : غیر محتاط گفتگو کا نقصان	مولانا ڈاکٹر محمد ناصر	6
4	خیال رسول ﷺ	حضرشاہ سید نفیس الحسینی لاہور	7
5	دل کے سو ٹکڑے ہیں ہر ٹکڑے پہ تیرا نام ہے!	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	8
6	سیرتِ نبویؐ کے تابندہ نقوش	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	12
7	وفاداریٔ وطن	مولانا ولی اللہ قاسمی بستویؒ	13
8	سیّد الانبیاء وسیّد البشر کی شان میں گستاخی قبول نہیں	ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی	14
9	صوفیائے کرام کا طریقۂ اصلاح	مولانا محمد سعود عالم قاسمی	18
10	علامہ اقبالؒ کے مطالبہ کی تکمیل	محمد اعجاز مصطفیٰ	22
11	مسلم مجاہدین آزادیٔ ہند	شاہ عالم ابوبکر ولید	28
12	امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	مولانا محمد قاسم	32
13	چشم کشا تراشے	مولانا محمد واصف نفیس مظاہری	34
14	اسلاف کے آخری لمحات : ام المؤمنین سیدہ عائشہ الصدیقہؓ	علامہ مفتی امداد اللہ انور	35
15	آئینۂ ادب : اصلاحِ معاشرہ	ادارہ	36
16	آئینۂ خواتین : "میرا جسم میری مرضی"	ادارہ	37
17	آئینۂ اطفال : بجلی کے کرنٹ سے بچیں	مولانا ارسلان	38
18	طب وصحت : بادام! کینسر کیخلاف سب سے زیادہ لڑنے والا میوہ!	ادارہ	39
19	فقہ وفتاویٰ : دینی مسائل	محمد طارق ندوی	41
20	خطبۂ استقبالیہ بموقعہ فروغ اردو و تعلیمی کانفرنس وتقسیم اسناد	(قاری) محمد فاروق جامعی	43
21	آئینۂ اخبار: ملکی خبر	ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی	46
22	وفیات	ادارہ	48

اداریہ

یوم احتساب

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

۲۶ رجنوری کو جشن یوم جمہوریہ کے عنوان پر ہر سال بڑے جوش وخروش سے مناتے ہیں، اس دن جگہ جگہ کلچرل وثقافتی پروگرام منعقد ہوتے ہیں، ہر خرد وکلاں کے دل میں ایک عجب جوش اور ولولہ ہوتا ہے، تمام سرکاری وغیر سرکاری دفاتر، اسکول، کالج اور چھوٹے بڑے مدارس ومکاتب کے میدانوں اور عمارتوں پر قومی جھنڈا لہرایا جاتا ہے۔ قومی ترانہ پڑھا جاتا ہے اور لیڈر، منسٹر، صدر جمہوریہ، گورنر اور شریک پروگرام دیگر افراد قومی جھنڈے کو سلامی دیتے ہیں، پھر پر جوش تقریریں ہوتی ہیں اور جمہوریت کے پس منظر اور پیش منظر کو واضح لفظوں میں بیان کیا جاتا ہے اور حق بھی یہی ہے کہ جمہوریت کے فوائد اور اس کی اہمیت کو اس دن بتایا اور سمجھا جائے ۔ لیکن افسوس تب ہوتا ہے جب آزادی کی دلدوز داستان میں گنے چنے، رٹے رٹائے چند نام گنائے جاتے ہیں اور مسلمانوں خصوصاً حضرات علمائے کرام، ودیگر مسلم لیڈران کے نام تک نہیں لئے جاتے ہیں۔

کہاں ہیں آج وہ شمع وطن کے پروانے
بنے ہیں آج حقیقت انھیں کے افسانے

سراج لکھنوی

لیکن افسوس صد افسوس کہ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں اور جہاں تک ایک حقیر طالب کی حیثیت سے نظر جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اکابر کی قربانیاں، مخلصانہ جدوجہد، اور آزادی کی خونیں داستان پر گرد کی موٹی پرت جم گئی ہے۔ علمائے کرام کے خون سے رنگین داستان کو حقیقت سے بہت دور کالعدم قرار دے کر ایک غلط مفروضہ کو عام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس حقیقت ناشناسی، علماء کرام کی ناقدری اور مخلص رہنماؤں کے تئیں بدظنی کے صد فی صد ہم خود ذمہ دار ہیں تو شاید بے جا نہ ہوگا۔

چونکہ جدوجہد آزادی کی ابتداء ہمیں پتہ نہیں، ہمارے سامنے جدوجہد آزادی کے سو سال بعد کی تاریخ بتائی جاتی

ہے اور ہم بھی اسی کو صحیح ماننے لگے ہیں۔ لیکن ۱۸۵۷ء سے سو برس قبل جس تحریک کا آغاز ہوا اور بنگال کے سراج الدولہ نے ۱۷۵۷ء میں، مجنوں شاہ نے ۱۷۷۶ء اور ۱۷۸۰ میں، حیدر علی نے ۱۷۶۷ء میں، ان کے بیٹے سلطان ٹیپو نے ۱۷۹۱ء میں مولوی شریعت اللہ اور ان کے بیٹے دادو میاں نے ۱۸۱۲ء میں اور سید احمد شہیدؒ نے ۱۸۳۱ء میں، انگریزوں کے خلاف جو با قاعدہ جنگیں لڑیں وہ سب فرضی تاریخ کی گرد تلے دبا کر اہل وطن کو مسلمانوں کی قربانیوں اور وطن کے تعلق سے محبت کے بارے میں ناواقف رکھنا ہے۔

لیکن یہ طئے کرنا ضروری ہے کہ قصور کس کا ہے؟ جب ہم نے خود اس بارے میں یہ کوشش نہیں کی کہ تاریخی حقائق سے ہم واقف ہوں، اپنی نسلوں کو واقف کرائیں تو غیروں سے توقع رکھنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

بہر حال ہمیں جاگنا ہوگا اور اپنے اندر سیاسی شعور پیدا کرنا ہوگا، وقت اور حالات کا جائزہ لے کر اپنے لئے بھی اور موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے صحیح رخ اور سمت متعین کرنا ہوگا ورنہ آگے ظلمتیں اور تاریکیاں ہمارے استقبال کرنے کے لئے تیار ہیں۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

(علامہ اقبال)

☆☆☆

بقیہ آئینۂ قرآن

انقلاب برپا کرنا آسان کام نہ تھا۔ یہ ہے وہ قولِ ثقیل جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے اور جس کی تفصیل ایک اور جگہ اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ:

''خداوند تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اس دین کو دیگر تمام ادیان پر غالب رکھے۔ خواہ مشرک اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔'' (القرآن-۶۱:۹)

(قرآنی شعور انقلاب، ص:94-593) ☆☆☆

بقیہ : آئینۂ حدیث

دیگر بے علم اور بے شعور لوگ ایسی بے بنیاد باتوں کا چرچا شروع کر دیتے ہیں، جس سے اہل علم وحق کی بات عوام میں بے وزن اور متنازع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کہ:

''ایک زمانہ آئے گا جب بے علم اور جاہل لوگ فتوے دیں گے۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''بے سوچے سمجھے بات کرنے کی سنگینی بسا اوقات اس حد تک جا پہنچتی ہے کہ وہ انسان جہنم کی گہرائی میں اترتا چلا جائے گا۔ کیونکہ ایسی بات یا تو کسی انسان کی توہین، تذلیل پر مبنی ہوگی یا گمراہی کا باعث ہوگی۔ ظاہر ہے ایسے طرز تکلم کے نتائج انسان کو دور کی گمراہی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ☆☆☆

آئینۂ قرآن

قیصر وکسریٰ کا

ظالمانہ نظام اور قرآنی تعلیم



تفسیر: امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ

انا سنلقی علیک قولًا ثقیلاً (۷۳:۵)

(ہم تجھ پر ایک وزنی بات ڈالنے والے ہیں۔)

قرآن حکیم کی تعلیم دے کر انقلاب کے لیے تیار کرنا قولِ ثقیل---وزنی بات ہے۔

جس زمانے میں قرآن حکیم نازل ہوا، قیصر روم اور کسریٰ ایران متمدن دنیا کے بیش تر حصوں پر قابض تھے۔ دنیا کی تاریخیں ان دونوں سلطنتوں کی عیاشیوں اور ظلموں سے بھری پڑی ہیں۔ یہ سلاطین اور ان کے امرا خود تو دادِ عیش دیتے تھے، مگر انھوں نے اپنے ماتحت عوام میں فسادِ عظیم برپا کر رکھا تھا۔ ٹیکسوں کی وہ بھرمار تھی کہ عوام میں سے کوئی شخص کھانے پینے اور ٹیکس ادا کرنے کے واسطے کمانے کے سوا اور کسی بات پر غور کرنے کے لیے ایک گھنٹہ بھی نہیں نکال سکتا تھا۔ قرآن حکیم ان دونوں بڑی شہنشاہیوں (Imperial Powers) کے خلاف انقلاب برپا کرنا چاہتا تھا۔ یہ آسان چیز نہ تھی۔

اس مسئلے کا یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ علم اور صنعت و حرفت ان دونوں طاقتوں میں محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ اس لیے خود ان طاقتوں کے واسطے سے یہ انقلاب کس طرح لایا جا سکتا تھا؟ عرب کی علمی اور طبعی ترقی ایسی نہ تھی کہ ان میں سے قیصر و کسریٰ کے مقابلے کے لیے لشکر تیار ہو سکتے۔ ادھر عرب کی تنظیمی قابلیت اور صلاحیت صرف قریش میں تھی۔ اگر قریش حنفی ملت کو قائم کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں، جو ان کے ذہنوں کے بہت نزدیک تھی، تو انقلاب آسان ہو جائے، لیکن قریش کا بالائی اور دولت مند طبقہ طبعًا قیصر و کسریٰ کی طرف مائل تھا اور انھیں کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ کیونکہ ان ملکوں کے ساتھ ان کے تجارتی تعلقات تھے۔ پس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ ایک ایسی مختصر جماعت تیار کریں جو قریش کے رجعت پسندوں پر غالب آجائے۔ پھر عرب کے انقلابیوں کو ساتھ ملا کر قیصر و کسریٰ کے ملکوں میں انقلاب کی لہر دوڑائیں۔ ان ملکوں کے انقلاب پسندوں کی مدد سے قیصریت اور کسرویت کا خاتمہ کر دیں اور یہی قرآن کا اصلی مقصد تھا، لیکن قریش کو ارتجاعی (Reactionary) عناصر سے پاک کر کے عرب کے متفرق قبائل کو انقلاب پر جمع کرنا اور ان کے واسطے سے قیصر و کسریٰ کے ممالک میں،

(بقیہ صفحہ نمبر 4 پر)

آئینۂ حدیث

غیر محتاط گفتگو کا نقصان

مولانا ڈاکٹر محمد ناصر

عن ابی هريرةؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:قال :
"ان العبد ليكلم بالكلمة مايتبين مافيها،يهوى بها فى النار ابعد مابين المشرق والمغرب "(صحيح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بندہ ایک بات کہتا ہے اور اس کے نقصانات نہیں جانتا۔اس کے سبب سے مشرق سے مغرب تک کے فاصلے سے بھی زیادہ دور تک آگ میں گرتا چلا جاتا ہے۔'')

اس حدیث مبارکہ میں غیر محتاط گفتگو کے برے نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے کہ کوئی شخص جب بلا ثبوت اور بے سوچے سمجھے بات کرتا ہے تو اس کے نتائج پریشان کن ہوتے ہیں۔ باہمی اختلاف رائے فتنہ وفساد میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ جب کوئی بات زبان پر لائے تو خوب سوچ سمجھ کر کہے کہ اس بات کے کیا نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔اسی لیے ہمارے ہاں محاورہ ہے:'' پہلے تو لو، پھر بولو۔'' گفتگو کے کے نتائج کے دو دائرے ہیں۔

1۔معاشرے کے افراد کا باہمی تعلق

2۔کسی دینی اور اجتماعی امر پر رائے

اول الذکر پہلو کے حوالے سے ضروری ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے ہم کلام ہو تو بات کی سچائی ، سلیقہ مندی، خوش کلامی اور دوسرے کے احترام کو پیش نظر رکھے۔ زبان کا محتاط انداز میں استعمال اور دوسروں کی عزت و وقار کا ہر ممکن خیال رکھا جائے۔ کیونکہ زبان درازی عموماً دست درازی تک پہنچا دیتی ہے۔بعض اوقات اس کا نتیجہ کشت وخون تک جا پہنچتا ہے۔

دوسرے دائرے میں احتیاط پہلے سے بھی زیادہ اہم ہے کہ اس صورت میں بے احتیاطی دین میں بگاڑ اور اجتماعی تباہی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔کوئی ایسا شخص جسے کسی دینی امر کے اجتماعی تصورات اور عصری تقاضوں سے کوئی مناسبت کا علم نہیں،لیکن وہ ایسے امور میں رائے زنی کرتا ہے تو اس کے منفی نتائج مرتب ہوتے ہیں۔مثلاً کوئی شخص سیاسی، معاشی اور سماجی پیچیدگیوں سے آگاہ نہیں،مگر اس پر رائے دیتا ہے تو اس کا نتیجہ سماجی بگاڑ کی صورت میں نکلے گا۔ (بقیہ صفحہ نمبر 4 پر)



خیالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم



حضرت شاہ سید نفیس الحسینی لاہور

لب پر درود دل میں خیال رسول ﷺ ہے
اب میں ہوں اور کیف وصال رسول ﷺ ہے

دائم بہار گلشن آل رسول ﷺ ہے
سینچا گیا لہو سے نہال رسول ﷺ ہے

بو بکرؓ ہوں، عمرؓ ہوں، عثمانؓ ہوں یا علیؓ
چاروں سے آشکار کمالِ رسول ﷺ ہے

اسلام نے غلام کو بخشی ہیں عظمتیں
محبوب مؤمنین بلالؓ رسول ﷺ ہے

ہاں نقش پائے ختم رسل میرا تخت ہے
اور سرکار میرے تاج ،خاک نعال رسول ﷺ ہے

کیا چیز جام جم ہے نفیسؔ اس کے سامنے
جس کو نصیب جام سفال رسول ﷺ ہے

☆☆☆



دل کے 100 سو ٹکڑے ہیں

ہر ٹکڑے پہ تیرا نام ہے!



مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اُمت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اہم حق آپ ﷺ سے محبت ہے، ایسی محبت جو تمام محبتوں سے فائق ہو، جو مومن کے رگ و ریشہ میں سمائی ہوئی ہو، خدا کے بعد اس درجہ کی محبت میں کوئی اور شریک نہ ہو، ایسی محبت جو اپنی ذات، اپنی اولاد اور اپنے ماں باپ سے بھی بڑھ کر ہو، جس میں وارفتگی، جاں نثاری، فدائیت اور خود سپردگی ہو، جس محبت کا سایہ محبوب کے تمام متعلقین تک وسیع ہو، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی شخص اس وقت تک صاحبِ ایمان نہیں ہوسکتا، جب تک اس کے دل میں میری محبت اپنی ذات سے، اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد سے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر نہ ہوجائے''۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۵) صحابہؓ نے واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی محبت کر کے دکھائی، جو صرف زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان و اولاد کو قربان کرنے کا دعویٰ نہیں کرتے تھے، بلکہ عمل سے اس کا ثبوت بھی فراہم کرتے تھے اور اپنی جان اور اولاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس خوشی سے نچھاور کرتے تھے کہ گویا ان کی جان کی قیمت وصول ہوگئی۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اہل مکہ کے ہاتھ آگئے، بعض لوگوں نے جن کے مورثِ اعلیٰ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ مارے گئے تھے، قصاص و انتقام کے طور پر انھیں خرید لیا، پھر مکہ سے باہر ایک انبوہ کے ساتھ انھیں لے جایا گیا اور اذیت پہنچا پہنچا کر سولی پر چڑھایا گیا، عین اس وقت جب آزمائش کا یہ پہاڑ اس مردِ مومن کے اوپر ڈھایا جارہا تھا، پوچھا گیا: کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ آج تمہاری جگہ ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے اور تم اس مصیبت سے بچ جاتے؟ حالانکہ ایسی مصیبت کے وقت میں دل کے اطمینان کے ساتھ زبان سے کلمۂ کفر ادا کر لینے کی بھی اجازت ہے، (الموسوعۃ الفقہیہ: ۶-۱۰۷، مادہ اکراہ) لیکن حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جذبۂ محبت پر قربان جایئے کہ اس وقت بھی فرماتے ہیں: ''خدائے عظیم کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ اس تکلیف سے بچ جاؤں اور میرے آقا کے قدم مبارک میں ایک کانٹا بھی چبھے''۔ (البدایہ والنہایہ: ۴-۶۶)

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ ابوسفیان کی گرفت میں ہیں، (جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے) زید رضی اللہ عنہ کے قتل کی تیاری ہورہی ہے اور سر قلم کئے جانے کو چند لمحہ رہ گیا ہے، اتنے میں ابوسفیان نے

استفسار کیا: اے زیدؓ! میں تم سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ اس وقت تمہارے بجائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں ہوتے، ہم ان کا سر کاٹ لئے ہوتے اور تم اپنے گھر میں آرام سے ہوتے؟ حضرت زیدؓ نے عین تلوار کی چھاؤں میں فرمایا: ''مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ اِس وقت میں اِس تکلیف سے بچ کر اپنے گھر میں رہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں رہتے ہوئے ایک کانٹا بھی چبھ جائے''۔ (البدایہ والنہایہ: ۴۔۶۵)

غزوۂ بدر کے موقع سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں خود ان کے صاحبزادے آگئے، جو ابھی کفر کی حالت میں تھے، وقت گزرا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمائی، پھر صاحبزادے نے عرض کیا: ابا جان! غزوۂ بدر میں ایک وقت ایسا آیا کہ آپ میرے نرغہ میں آگئے تھے، لیکن باپ کی محبت غالب آگئی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لیکن اسلام وکفر کی اس جنگ میں اگر تم میرے نرغہ میں آگئے ہوتے تو میں تمہیں معاف نہیں کرتا''۔ (دیکھئے: الإستیعاب، ذکر عبدالرحمٰن بن ابی بکر)

عبداللہ بن ابی خود منافق تھا، اس کے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مخلص مسلمان تھے، ان پر اپنے والد کا منافق ہونا بھی ظاہر تھا، مدینہ میں افواہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نفاق کی وجہ سے ان کے قتل کا حکم دینے والے ہیں، جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی، تو بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: سنا ہے کہ آپ ﷺ میرے والد کے قتل کا حکم دینے والے ہیں، اگر آپ ﷺ کا یہ منشاء ہو تو میں خود اپنے والد کا سر قلم کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، آپ نے منع فرمادیا، (الروض الانف: ۷۔۲۳) گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اولاد اور والدین کی محبت پر غالب تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے تقاضہ میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آپ ﷺ کے تمام متعلقین سے محبت ہو، آپ کے اہل بیت سے محبت ہو، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت ہو، یہ محبت کا فطری تقاضہ ہے کہ جو چیز عزیز ہوتی ہے، اس سے تعلق رکھنے والی ساری ہی چیزیں انسان کو عزیز ہوتی ہیں، اس لئے سلف صالحین اہل بیت سے بھی محبت رکھتے تھے اور صحابہؓ سے بھی، اہل بیت سے محبت نہ ہو اور ان کی توقیر واحترام کا جذبہ نہ ہو تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کما حقہٗ محبت سے محرومی ہے، کیوں کہ اہل بیت کی محبت اس نسبت کی وجہ سے ہے جو انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہے اور ان کی محبت سے محروم ہونا اس نسبت کی ناقدری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے بارے میں فرمایا: جس کی ان حضرات سے لڑائی ہو، میری اس سے لڑائی ہے اور جس کی ان حضرات سے صلح ہو میری ان سے صلح ہے ''انا

حرب لمن حاربهم وسلم لمن سالمهم ''(سنن ترمذی، حدیث نمبر:۵۶۹۴) سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی محبت اور ان سے بغض کو آپ نے ایمان اور کفر کے لئے معیار بنایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت علیؓ سے اسی کو محبت ہوگی جس کے اندر ایمان ہوگا اور حضرت علیؓ سے اسی کو بغض ہوگا جس میں نفاق ہوگا ''لا یحب علیاً إلا مؤمن ولا یبغضه إلا منافق ''(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر:۸۸۶)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ آپ ﷺ کے وہ رفقاء ہیں، جنھوں نے آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی سربلندی کے لئے اپنی جان و مال کی قربانی دی ہے، جن کو براہِ راست صحبتِ نبوی سے فیض اُٹھانے کا موقع ملا ہے، جو بلا واسطہ آپ ﷺ کے پرداختہ اور تربیت یافتہ ہیں، ان سے بغض رکھنا یا ان کی تنقیص کرنا دراصل بالواسطہ آپ ﷺ کی تربیت پر حرف گیری کرنا ہے، آپ ﷺ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہؓ کو بُرا بھلا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مُد یا نصف مُد خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہوگا: ''فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهباً ما بلغ مد احدهم ولا نصفه ''(بخاری، حدیث نمبر:۶۳۳۷) ''مُد'' ایک پیمانہ ہے، جس میں بہت کم مقدار آتی ہے، اسی لئے اہل سنت و الجماعت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہؓ قابل احترام اور قابل محبت ہیں اور یہ سب کے سب مسلمانوں کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہیں، بدقسمتی سے اِدھر کچھ عرصہ سے برصغیر میں بعض ایسی تحریریں منظر عام پر آئیں، جن میں اہل بیت یا دوسرے صحابہؓ کے بارے میں بے توقیری اور بغض و کدورت کا رویہ اختیار کیا گیا، ایسی باتوں کو قبول کرنا آپ ﷺ کی محبت اور تعظیم و توقیر کے مغائر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین میں آپ ﷺ کی اُمت بھی شامل ہے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نے اس اُمت کو ایک عالم گیر اور آفاقی خاندان بنا دیا ہے، جیسے انسان کو باپ دادا کے رشتہ سے وجود میں آنے والے خاندان سے محبت ہوتی ہے، وہ ایک دوسرے کا خیر خواہ اور معاون و مددگار ہوتا ہے اور دشمنوں کے مقابلہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑا ہو جاتا ہے، اسی طرح پوری اُمت ایک خاندان کا درجہ رکھتی ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کے باپ کے درجہ میں ہوں (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:۳۱۳) اور جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں۔ (حجرات:۱۰)

افسوس کہ اُمت کے ایک وسیع خاندان ہونے کا تصور ہمارے ذہنوں سے نکل گیا اور مسلکوں، تنظیموں، جماعتوں، درسگاہوں، خانقاہی نسبتوں، علاقوں، زبانوں، پیشوں اور برادریوں کے دائرہ میں ہماری محبت سکڑ کر رہ گئی ہے، ہم نے اس حقیقت کو بھلا دیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اُمت

کے ایک ایک فرد سے محبت فرماتے تھے، نہ عرب وعجم کی تفریق تھی، نہ کالے گورے کی تمیز، نہ مہاجرین وانصار کی تفریق، نہ دولت مندوں اور غریبوں میں امتیاز، یہاں تک کہ اُمت کے کسی فرد سے گناہ کا ارتکاب ہوتا تو آپ ﷺ کو گناہ سے نفرت ضرور ہوتی، لیکن آپ کا سینۂ مبارک اس گناہ گار اُمتی کی محبت سے بھی معمور ہوتا، اگر اس کے بارے میں کوئی شخص ناروا فقرہ کہہ دیتا تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوتے، کاش! مسلمان اس حقیقت پر توجہ دیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک اُمت بنایا تھا، لیکن آج ہم نے اپنے درمیان فرقہ واریت اور گروہ بندی کی اتنی اونچی دیوار کھینچ لی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھنے سے بھی قاصر ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے تقاضوں میں یہ بات شامل ہے کہ ہمیں اس پوری اُمت سے بھی محبت ہو، جس اُمت کی تشکیل آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی۔

بہر حال نبی سے اُمت کا تعلق محض قانونی اطاعت اور آئینی احترام کا نہیں ہے، بلکہ ضروری ہے کہ اس کے پیچھے بے پناہ محبت کارفرما ہو، ایسی محبت کہ انسان لٹ کر محسوس کرے کہ اس نے پایا ہے، ایسی محبت کہ انسان کھو کر سمجھے کہ اس نے حاصل کیا ہے، ایسی محبت جس میں کانٹوں کا بستر پھولوں کی سیج کا لطف دے اور شعلہ وآتش کے فرش میں بھی انسان شبنم کی خنکی محسوس کرے، جنون کو چھوتی ہوئی محبت اور فداکاری کے جذبہ سے معمور اتھاہ چاہت، یہی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرات صحابہؓ کی تھی۔

یہ حب نبوی ﷺ ایمان کی حفاظت کا بہت بڑا اثاثہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ مسلمان کتنا بھی گیا گزرا ہو، بے نمازی ہو، فرائض سے غافل ہو، شراب وکباب جیسی بری عادتوں میں مبتلا ہو، دین سے نابلد اور احکام شریعت سے ناواقف ہو، لیکن اس کے سینے میں حب نبوی کی چنگاری ضرور موجود ہوتی ہے، جو وقت پڑنے پر شعلہ وآتش بلکہ آتش فشاں بن جاتی ہے، اس جذبۂ محبت کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے، بلکہ اس کی لَو کو اور بڑھانا اور تیز کرنا چاہئے اور ہمیں اپنے آباء واجداد سے حاصل ہونے والی اس امانت کو اگلی نسلوں تک پہنچانا چاہئے، یہ محبت اسی وقت پروان چڑھے گی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان ان میں پیدا ہو اور یہ پہچان کیوں کر پیدا ہوگی اگر وہ سیرت نبوی سے آگاہ نہ ہوں؟

مقام افسوس ہے کہ ہمارے بچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بنیادی باتوں سے بھی واقف نہیں ہیں، انھیں صحیح طور پر آپ کا اور آپ کے قریبی متعلقین کا نام تک معلوم نہیں، کیا اپنے بچوں کو سیرت محمدیؐ سے واقف کرانے میں بھی ہمارے لئے کوئی رکاوٹ ہے؟ حق محبت کا ایک ادنیٰ حصہ بھی اسی وقت ادا ہوگا جب ہم محبت کی اس امانت کو اپنی نسلوں تک پہنچائیں گے۔

☆☆☆

سیرتِ نبویؐ کے تابندہ نقوش

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی (سکریٹری اسلامی معاشرہ جماعت اسلامی ہند)

میرے لیے بڑی مسرّت کی بات ہے کہ میں مولانا محمد اسلم شاد عمری کی کتاب نقوشِ سیرت پر چند کلمات تحریر کروں۔ موصوف نے اس کتاب کی تالیف کے دوران میں بھی شریکِ مشورہ کیا، تالیف کے بعد اس پر نظر ثانی کی خواہش کی اور آخر میں اس پر تاثرات تحریر لکھنے کی فرمائش کردی۔ موصوف مجھے بہت عزیز ہیں، اس لیے ان کی فرمائش کو ٹالنا میرے لیے ممکن نہیں۔

سیرتِ نبویؐ پر دنیا کی مختلف زبانوں میں بلا مبالغہ ہزاروں کتابیں تالیف کی گئی ہیں، مفصّل بھی، مختصر بھی اور اوسط حجم کی بھی، علمی و تحقیقی انداز میں بھی اور کم پڑھے لکھے لوگوں اور بچوں کے لیے بھی، بہ حیثیتِ مجموعی حیاتِ طیبہ کے احوال پر بھی اور سیرت کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں پر الگ الگ بھی، لیکن نہ لکھنے والوں کی طبیعتیں سَیر ہوئی ہیں اور نہ پڑھنے والوں نے ذرا بھی اکتاہٹ محسوس کی ہے۔ چنانچہ سیرت لٹریچر میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ زیرِ نظر کتاب بھی اسی زرّیں سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

مصنف کتاب جناب محمد اسلم شاد (ولادت: 1954) نے جامعہ دار السلام عمر آباد سے تعلیم حاصل کی ہے۔ وہاں سے تکمیلِ فضیلت (1973) کے بعد انھوں نے مدراس یونی ورسٹی سے افضل العلماء کا امتحان پاس کیا۔ 1978 سے وہ جامعہ دار السلام میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اسی دوران میں انھوں نے میسور یونی ورسٹی سے ایم اے (1991) اور وینکٹیشور یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی (2000) کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ان کا پی ایچ ڈی کا موضوع تھا 'جامعہ دار السلام عمر آباد اور اس کی علمی، فکری اور ادبی خدمات'۔ موصوف لکھنے کا بہت عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ ان کی زیرِ نظر کتاب اس کا ثبوت پیش کرتی ہے۔

اس کتاب میں سیرت کے تمام موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ابتدا میں جزیرہ نمائے عرب کے جغرافیہ و تاریخ اور وہاں کے باشندوں کے احوال پر تفصیلی معلومات پیش کی گئی ہیں، پھر سیرت کے مکی اور مدنی ادوار پر تاریخی ترتیب سے اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ ان مباحث میں بعض معلومات بہت قیمتی ہیں، جو عموماً دوسری کتبِ سیرت میں یک جا نہیں ملتیں، مثلاً ہجرتِ حبشہ کرنے والے صحابہ کی فہرست، غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک صحابۂ کے نام، غزوات کے علاوہ 'سرایا' (وہ فوجی مہمات جن میں رسول اللہ ﷺ شریک نہیں

ہوئے) کی فہرست، وغیرہ۔ کتاب کا دوسرا اہم حصہ رسول اللہ ﷺ سے قریب رہنے والی شخصیات کا جامع تعارف ہے۔ چنانچہ امہات المؤمنین کے علاوہ خلفائے راشدین اور عشرۂ مبشّرہ کی فہرست کے دیگر صحابہ اور حضرت حسانؓ بن ثابت، حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ کا ذکر خیر بھی شاملِ کتاب کیا گیا ہے۔

کتاب کے تیسرے حصے میں دیگر اہم موضوعات، مثلاً وحی، قرآن، حدیث، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وعمرہ، جہاد، سود، اسراو معراج، نفاق، شراب وغیرہ پر بھی دین کی تعلیمات پیش کی گئی ہیں۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کی واقفیت کے ساتھ قارئین کو یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ آپ کیا تعلیمات لے کر تشریف لائے تھے؟ فاضل مصنف نے اپنے پیش لفظ میں یہ صراحت کردی ہے کہ انھوں نے یہ معلومات مختلف کتبِ سیرت سے اخذ کی ہیں، بلکہ بہت سے مقامات پر جوں کی توں عبارتیں نقل کر لی ہیں، ہر جگہ حوالہ دینے کا اہتمام نہیں کیا ہے، بس کہیں کہیں حوالہ دیا ہے۔

اس کتاب کی تالیف پر میں برادر محترم ڈاکٹر اسلم شاہ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ امید ہے یہ اصحابِ علم کے علاوہ عام لوگوں اور طلبہ میں بھی مقبول ہوگی اور اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کا نفع عام کرے اور اس کے اجر سے نوازے، آمین یارب العالمین!

☆☆☆

وفاداریِ وطن

نتیجۂ فکر

مولانا ولی اللہ ولی قاسمی بستویؒ

جنگِ وطن کے قافلہ سالار ہمیں تھے
ناموسِ حرّیت کے نگہدار ہمیں تھے

بے باک تھے باہوش تھے جی دار ہمیں تھے
ہم شانِ وطن ملک کا معیار ہمیں تھے

جانباز و وفا کیش گُہَر بار ہمیں تھے
بارعب تھے غیّور تھے خوددار ہمیں تھے

دشمن کے نشیمن پہ تھے بجلی کی طرح ہم
غازی تھے مجاہد تھے شرَر بار ہمیں تھے

ہم سے ہی رہا دیش میں ہر سَمت اُجالا
رونق تھے تری زینتِ گلزار ہمیں تھے

جب مادرِ وطن نے پکارا کبھی ہمیں
ہر موڑ پہ فرزندِ وفادار ہمیں تھے

جب بھی وطن کو خوں کی ضرورت پڑی ''ولیؔ''
قاتل کے زیرِ سایۂ تلوار ہمیں تھے

☆☆☆

سیّدالانبیاء وسیّدالبشر کی شان میں گستاخی قبول نہیں

توہینِ رسالت کی سزا کے لیے عالمی قانون بنایا جائے، مسلم حکمرانوں کو اس وقت نبی اکرم ﷺ کی حمایت میں فرانس کے خلاف متحد ہو کر اسلاموفوبیا کا مقابلہ کرنا چاہئے؟

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

مغربی ممالک میں اسلام مخالف عناصر کی طرف سے بار بار رحمۃ للعالمین آخری نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کارٹون بنا کر دنیا میں امن وسکون کے بجائے انسانوں کے درمیان نفرت، عداوت اور دشمنی پیدا کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے۔ اس وقت دنیا کی آبادی 8 ارب سے کچھ کم ہے، جس میں تقریباً 2 ارب مسلمان ہیں، یعنی دنیا میں تقریباً 25 فیصد لوگوں کا یہ ایمان وعقیدہ ہے کہ خالق کائنات کے بعد اگر کوئی ذات ہے تو وہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہونے والے اور مدینہ منورہ میں مدفون، تمام انسانوں میں سب سے افضل اور سارے نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے نام پر جان ومال ووقت قربان کرنے میں دونوں جہاں کی کامیابی پوشیدہ ہے۔ چند روز قبل فرانس کے ایک اسکول ٹیچر نے 1491 سال قبل اس دنیا میں تشریف لانے والی ذات اقدس کا کارٹون کلاس روم میں دکھایا۔ سوال یہ ہے کہ اُس ٹیچر کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ 2 ارب مسلمانوں کے پیشوا کا کارٹون بنا کر درسگاہ میں بچوں کو دکھائے جبکہ ان میں مسلم بچے بھی شامل ہوں۔ ٹیچر کی اس حرکت کے خلاف غصہ آنا فطری بات تھی، چنانچہ ایک طالب علم نے اس کو قتل کر دیا۔ جس کو پولیس نے گولی مار کر قتل بھی کر دیا۔ بعد میں مسلمانوں کے پیشوا کا کارٹون دکھانے والے مقتول ٹیچر کو نہ صرف اعلیٰ ترین ملکی اعزاز سے نوازا گیا بلکہ 2 ارب مسلمانوں کے پیشوا اور آخری نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کارٹونوں کو سرکاری عمارتوں پر چسپاں کیا گیا، جس کے نتیجہ میں پوری دنیا کے مسلمانوں میں فرانس کی موجودہ حکومت کے خلاف غم وغصہ پھوٹ کر باہر آ گیا اور مسلمانوں نے فرانسیسی اشیاء کے بائیکاٹ کی آوازیں بلند کرنا شروع کر دیں۔ دنیا کے کسی بھی مذہب کے پیشوا کے خلاف اس نوعیت کا قدم اظہار خیال کی آزادی نہیں بلکہ کھلم کھلا دہشت گردی ہے کیونکہ ایسی حرکت سے دنیا میں چین وسکون کے بجائے نفرت، عداوت اور دشمنی پیدا ہوگی اور یہی تو دہشت گردی ہے۔

11 اگست 2020 کو ہندوستان میں بنگلور میں ''پی نوین'' نے فیس بک پر آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف انتہائی غلاظت پر مبنی پوسٹ کی تھی۔ جس کے نتیجہ میں پی نوین

کی پوسٹ کے خلاف علاقے کے مسلمانوں میں سخت غم وغصہ کا پھیلنا فطری بات تھی کیونکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ مسلمان اپنے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی برداشت نہیں کرسکتا۔ مسلمان ہی نہیں بلکہ کسی بھی مذہب کے لوگ اپنے پیشواؤں کے خلاف اس نوعیت کی پوسٹ برداشت نہیں کرسکتے ہیں۔ اس سے قبل بھی سید البشر ونبیوں کے سردار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گستاخانہ کلمات کہے گئے تھے۔ ایسے لوگوں کو جرم کے کٹہرے میں کھڑا کرکے ان کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے کیونکہ اس طرح کے واقعات سے امن وامان کے بجائے افراتفری، عدم رواداری اور عدم تحمل میں اضافہ ہی ہوگا، جس سے دنیا میں ترقی کے بجائے عدم استحکام پیدا ہوگا، لوگوں میں نفرت اور عداوت پیدا ہوگی۔

25 اکتوبر 2018 کو یوروپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق نے بھی اپنے تاریخ ساز فیصلہ میں پوری دنیا کو بتایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے نبی کی شان میں توہین آمیز بات کہنا یا لکھنا آزادئ رائے نہیں، بلکہ اس سے لوگوں میں نفرت وعداوت پیدا ہوتی ہے اور اس طرح کے واقعات سے دنیا میں امن وامان کے بجائے عدم رواداری اور عدم تحمل میں اضافہ ہی ہوگا۔ تاریخ شاہد ہے کہ برصغیر میں لاکھوں انسانوں کا دین اسلام قبول کرنا صرف اور صرف اُن کا دین اسلام کو پسند کرنے کی وجہ سے تھا، کوئی زور زبردستی اُن کے ساتھ نہیں تھی۔ دین اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنے کی درخشاں روایات قائم کی ہیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے سامنے ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ ﷺ اس کے احترام میں کھڑے ہوگئے۔ صحابۂ کرامؓ نے پوچھا کہ غیر مسلم کے لیے ایسا احترام کیوں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا وہ انسان نہیں ہے؟ (بخاری) لیکن جس طرح مذہب اسلام میں دیگر مذاہب کے پیشواؤں کی توہین کرنے کی اجازت نہیں ہے، اُسی طرح پوری انسانیت کے نبی حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں ہے خواہ اُس کا مرتکب مسلم ہو یا غیر مسلم۔ مسلمان اپنے نبی کے احترام کے ساتھ دیگر انبیاء کرامؑ کا مکمل احترام کرتا ہے بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کسی بھی شخص کے کامل مؤمن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ دیگر انبیاء کرامؑ پر بھی ایمان لائے، جبکہ دیگر آسمانی کتابوں کو ماننے کا دعویٰ کرنے والوں کی مذہبی تعلیمات کے مطابق حضرت محمد ﷺ کو نبی ماننے پر اُن کے مذہب سے ہی نکل جاتا ہے۔

اس سے قبل ہولینڈ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیت سے متعلق کارٹون بنانے کا مقابلہ منعقد کرنا چاہتا تھا لیکن مسلمانوں کے پرامن احتجاج کے بعد اسے اپنے فیصلے سے رجوع کرنا پڑا۔ مذہب اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ

السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس نوعیت کا کوئی عمل کرنا تو درکنار اس کا ارادہ کرنا بھی غلط ہے، چنانچہ ایک مسلمان یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو عیسائی حضرات اپنا پیشوا مانتے ہیں یا حضرت موسیٰ علیہ السلام جنہیں یہودی اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں، کہ اُن کے متعلق کوئی غلط بات بھی اُن کی طرف منسوب کی جائے چنانچہ عملی طور پر پوری دنیا میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ جس میں کسی مسلمان نے مسیحی یا یہودیوں کے پیشوا کی شان میں گستاخی کی ہو۔ جو واقعات بھی وقتاً فوقتاً پیش آتے ہیں وہ صرف اور صرف آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق آتے ہیں، لہٰذا عالمی برادری کو چاہئے کہ توہین رسالت کے مرتکبین کی سزا کے لیے سخت قانون بنائے تاکہ اظہار رائے کے نام پر حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کا سلسلہ بند ہو۔

پوری دنیا کے ارباب علم ودانش کا موقف ہے کہ کسی شخص کی توہین وتحقیر کا رائے کی آزادی سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ تقریباً ہر ملک میں شہریوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ہتک عزت کی صورت میں عدالت سے رجوع کریں اور ہتک عزت کرنے والوں کو قانون کے مطابق سزا دلوائیں۔ سوال یہ ہے کہ کسی شخص کی ہتک عزت کرنے والے کو قانوناً مجرم تسلیم کیا جاتا ہے، تو مذاہب کے پیشواؤں اور خاص طور پر انبیاء کرامؑ کے لئے یہ حق کیوں تسلیم نہیں کیا جارہا ہے اور مذہبی رہنماؤں کی توہین وتحقیر کو رائے کی آزادی کہہ کر جرائم کی فہرست سے نکال کر حقوق کی فہرست میں کیسے شامل کیا جارہا ہے؟ یہ آزادئ رائے نہیں بلکہ صرف اور صرف اسلام مخالف تنظیموں اور حکومتوں کی انتہاپسندی اور فکری دہشت گردی ہے۔ اسلام نے ہمیشہ دنیا میں امن وسلامتی قائم کرنے کی ہی دعوت دی ہے۔

پوری امت مسلمہ متفق ہے اور دیگر مذاہب بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرامؑ کی توہین وتحقیر سنگین ترین جرم ہے۔ اس لئے کہ اس میں مذہبی پیشواؤں کی توہین کے ساتھ ساتھ ان کے کروڑوں پیروکاروں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے اور امن عامہ کو خطرے میں ڈالنے کے جرائم بھی شامل ہوجاتے ہیں، جس سے اس جرم کی سنگینی میں بے پناہ اضافہ ہوجاتا ہے۔ قرآن وسنت اور دیگر مذاہب میں اس کی سزا موت ہی بیان کی گئی ہے کیونکہ اس سے کم سزا میں نہ حضرات انبیاء کرامؑ کے احترام کے تقاضے پورے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کے کروڑوں پیروکاروں کے مذہبی جذبات کی جائز حد تک تسکین ہو پاتی ہے۔ ہاں یہ بات مسلم ہے کہ موت کی سزا دینے کا اختیار صرف حکومت وقت کو ہی حاصل ہے کیونکہ عام آدمی کے قانون کو ہاتھ میں لینے سے معاشرہ میں لاقانونیت اور افراتفری کو ہی فروغ ملے گا۔ لہٰذا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ توہین وتحقیر کے عمل کو سنگین جرم قرار دے کر مجرموں کے خلاف ضروری کارروائی کرے۔

پوری انسانیت کو یہ بھی اچھی طرح معلوم ہونا چاہئے کہ ہر مسلمان کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کے مطابق ہر مسلمان کا حضور اکرم ﷺ اور آپ کی سنتوں سے محبت کرنا لازم اور ضروری ہے۔ نیز حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں ایسے اوصاف حمیدہ بیک وقت موجود تھے جو آج تک نہ کسی انسان کی زندگی میں موجود رہے ہیں اور نہ ہی ان اوصاف حمیدہ سے متصف کوئی شخص اس دنیا میں آئے گا۔ آپ کی چند صفات یہ ہیں: عجز وانکساری، عفو ودرگزر، ہمسایوں کا خیال، لوگوں کی خدمت، بچوں پر شفقت، خواتین کا احترام، جانوروں پر رحم، عدل وانصاف، غلام اور یتیم کا خیال، شجاعت وبہادری، استقامت، زہد وقناعت، صفائی معاملات، سلام میں پہل، سخاوت وفیاضی اور مہمان نوازی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اپنے بچوں، اپنے ماں باپ اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، سوائے میری اپنی جان کے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے (ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا) جب تک میں تمہیں تمہاری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہوجاؤں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: واللہ! اب آپ مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمرؓ! اب بات ہوئی۔ (صحیح بخاری)

دنیا کی موجودہ صورت حال کو سامنے رکھ کر میں تمام مسلمانوں سے یہی درخواست کرتا ہوں کہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھ کر حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی میں لائیں اور آپ ﷺ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے میں اپنی صلاحیتیں لگائیں۔ نبی بنائے جانے سے لے کر وفات تک آپ ﷺ کو بے شمار تکلیفیں دی گئیں۔ آپ ﷺ کے اوپر اونٹنی کی اوجھڑی ڈالی گئی۔ آپ ﷺ کے اوپر گھر کا کوڑا ڈالا گیا۔ آپ ﷺ کو کاہن، جادوگر اور مجنوں کہہ کر مذاق اڑایا گیا۔ آپ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دی گئی۔ آپ ﷺ کا تین سال تک بائیکاٹ کیا گیا۔ آپ ﷺ پر پتھر برسائے گئے۔ آپ ﷺ کو اپنا شہر چھوڑنا پڑا۔ آپ ﷺ غزوۂ احد کے موقع پر زخمی کئے گئے۔ آپ ﷺ کو زہر دے کر مارنے کی کوشش کی گئی۔ آپ ﷺ نے کبھی ایک دن میں دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ آپ ﷺ نے بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھے۔ آپ ﷺ کے گھر میں دو دو مہینے تک چولھا نہیں جلا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 42 پر)

صوفیائے کرام کا طریقۂ اصلاح

مولانا محمد سعود عالم قاسمی

تصوف کا بنیادی مقصد نفس کا تزکیہ اور باطن کی اصلاح ہے، اس لیے صوفیائے کرام کے نظام تربیت میں سارا زور نفس کو اوصاف رذیلہ سے پاک کرنے اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ کرنے پر دیا جاتا ہے اور یہی انسان کی کامیابی کا سیدھا راستہ ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے **قد افلح من زکٰھا وقد خاب من دسّٰھا** وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ شخص نامراد ہوگیا جس نے اسے مٹی میں ملا دیا، نفس انسانی کی مثال زمین سے دی جاتی ہے کہ اگر زمین کو انسان بے کار چھوڑ دے تو اس میں جھاڑ جھنکاڑ نکل آتے ہیں، کانٹے اور جھاڑیاں اُگ جاتی ہیں اور جنگل بن جاتا ہے، اس کو موذی جانور اور پرندے اپنا مسکن بنا لیتے ہیں اور انسان اس کے قریب جاتے ہوئے ڈرتا ہے۔

اور اگر اسی زمین میں محنت کی جائے، ہل چلا کر ہموار کر دیا جائے، آبپاشی کی جائے اور کاشت کاری کی جائے تو اسی زمین سے غلہ، اناج پھل پھول برآمد ہوتے ہیں، جو انسان کی غذا اور بقا کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں اور انسان کا دل خوش ہوتا ہے۔

مولانا رومی کہتے ہیں:

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بزر وید رنگ رنگ

رسول پاک ﷺ کا مشن جو قرآن نے بیان کیا ہے وہ تلاوت آیات، تزکیۂ نفس، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت ہے۔

"یتلوا علیھم آیٰتہ ویزکھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ" تعلیم انسان کو باہر کی دنیا کے شرور وفتن سے آگاہ کرتی ہے اور ان سے محفوظ رہنے کی تدبیریں بتاتی ہے۔ جبکہ تزکیۂ نفس اندرونی دنیا کے مہلک شرور وفتن سے متنبہ کرتا ہے اور ان سے پاک ہونے کی راہیں دکھاتا ہے، اگر غور کیجیے تو یہ دونوں چیزیں انسانی زندگی کے لیے بنیادی ہیں، ان راستوں پر چل کر اور ان تدابیر پر عمل کر کے انسان کی زندگی مکمل ہوتی ہے اور وہ جانوروں سے ممتاز ہوتا ہے اور اللہ کا مطلوبہ انسان بنتا ہے۔ تصوف کا اساسی مقصد نفس کے شرور وفتن کو دور کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **"و اما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوٰی فان الجنۃ ھی الماوٰی"**

علوم شرعی کی طرح تصوف کی تعلیم وتدریس نہیں ہوتی بلکہ

ایک طریقہ تربیت ہے جس میں عملی تربیت ، راہ سلوک اورمجاہدۂ نفس کے ذریعے اس مقصد کو حاصل کیا جاتا ہے۔

ہندوستان کے اولین محدثین میں مشارق الانوار کے مصنف علامہ صغانی کا اسم گرامی آتا ہے۔ ہندوستان میں شمع نبوت کی روشنی پھیلانے میں ان کا بڑا کارنامہ ہے ۔مولانا صغانی بڑی سی پگڑی باندھتے تھے اور بہت لمبی چوڑی آستینوں کا کرتہ پہنتے تھے۔ یہ اس زمانے کے علماء کی ہیئت تھی جب وہ ناگور تشریف لے گئے تو ایک صاحب نے مولانا سے بہت اصرار کیا کہ میں آپ سے کچھ علم تصوف سیکھنا چاہتا ہوں۔

مولانا نے کہا کہ یہاں تو مجھے بالکل فرصت نہیں ہے، لوگ حدیث شریف کی سماعت کے لیے جمع ہوتے ہیں اور اتنا وقت نہیں بچتا کہ میں علم تصوف سکھاؤں، البتہ اگر تمھیں ایسی ہی خواہش ہے تو میرے ساتھ چلو جب ہم غیر مسلموں کے علاقے میں پہنچیں گے جہاں علم حدیث اور فقہ کے طلبگاروں کا اتنا ہجوم نہیں ہوگا تو میں تمھیں اطمینان سے علم تصوف سکھاؤں گا، چنانچہ مولانا اور علم تصوف کے طالبعلم نکلے اور ناگور سے جالور کی طرف راہی ہوئے، گجرات کی سرحد کے شروع ہوتے ہی مولانا نے اپنی لمبی آستینوں والا کرتہ اور بڑی پگڑی لپیٹ کر ایک بقچے میں رکھیں اور کوتاہ آستینوں کا درویشوں والا لباس زیب تن کیا سر پر کلاہ، پاؤں میں جوتے کی جگہ کھڑاؤں آگئیں، ایک مٹی کا آب خورا پانی پینے کے لیے لے لیا اور نماز نفل پڑھتے ہوئے سفر کی منزلیں طے کرنے لگے جب اس طرح کئی دن گزر گئے تو اس طالب تصوف نے کہا کہ مولانا آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے کچھ علم تصوف سے سکھائیں گے اور اس امید پر میں گھر بار چھوڑ کر آپ کے ساتھ لگ گیا ہوں مگر آج اتنے دن ہو گئے آپ نے ایک بات بھی نہیں سکھائی۔ مولانا فرمانے لگے کہ میاں علم تصوف قال نہیں حال ہے جیسے میں عبادت کر رہا ہوں اور عام لوگوں سے برتاؤ کر رہا ہوں بس ویسے ہی تم بھی کیے جاؤ یہی علم تصوف کہلاتا ہے۔

تصوف میں سب سے پہلے سالک کی اپنی تہذیب و تربیت اور احوال کی اصلاح پر توجہ دی جاتی ہے، اس کے لیے احکام و اوراد کی پابندی، وظائف کی پابندی، نفس کشی، خلائق سے دوری، عزلت و گوشہ نشینی ، ترک خواہشات اور ترک لذات، مراقبہ اور ذکر و فکر کا انتظام کیا جاتا ہے۔ قلت طعام، قلت کلام اور قلت صحبت انام کو اصول بنایا جاتا ہے، اللہ اور اس کے رسول نے تزکیہ کے لیے جو ہدایات دی ہیں ان کی خاص تربیت اور تنظیم کے ساتھ اخلاص اور تسلسل کے ساتھ تعمیر کی جاتی ہے، پروفیسر عبدالحق انصاری کے بقول نفس انسانی کو اخلاقی اور نفسانی برائیوں سے پاک کرنا، محاسن اخلاق سے آراستہ کرنا، خدا کی نافرمانی سے بچانا اور خوف وخشیت، یقین اور اخلاص محبت جیسی صفات پیدا کرنا طریقت کا سایہ ہے، طریقت کا دوسرا حصہ ذکر و فکر اور عشق الٰہی کے ذریعے اپنی ذات سے فانی اور خدا کی ذات سے واصل ہونا ہے، جس کی تشریح کے لیے صوفیاء کرام نے فنا و بقا، جمع، جمع الجمع، فرق اور

تفرقہ وغیرہ اصطلاحات وضع کی ہیں اور متعلقہ احوال کے بیان کے لیے غیبت وحضور، عود مجو واصطلام، صحو وسکر جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

تصوف کی ابتداء سادگی اور تہذیب نفس کی عمومی تعلیمات کی پابندی سے ہوتی ہے، مگر جیسے جیسے یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہے اس میں بہت سے طریقے اور شامل ہو جاتے ہیں اور اسے ایک نظام کی صورت عطا کرتے ہیں، پروفیسر عبدالحق اس کا تعارف اس طرح کراتے ہیں:

طریقت یا وصول الی اللہ کا جو طریقہ صوفیا اختیار کرتے ہیں اس کے پہلے حصے میں سالک اپنے نفس کا تزکیہ، اخلاق کی تہذیب ومعاصی سے اجتناب اور اطاعت کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور توبہ وانابت، خوف وخشیت، صبر وشکر اور یقین وتوکل جیسی صفات پروان چڑھانے میں لگا رہتا ہے۔ طریقت کے دوسرے حصے میں اس کی تمام تر توجہ ذکر وفکر پر مرکوز ہوتی ہے، ہر چیز سے ہٹ کر پوری قوت اسی پر لگاتا رہتا ہے اور عشق الٰہی کی لَو کو اس قدر تیز کرتا ہے کہ اپنی ذات سے فنا ہو کر خدا سے واصل ہو جائے۔

یہ سارا سفر اسے ایک ایسے مرشد کی رہنمائی میں طے کرنا ہوتا ہے جو خود پوری مسافت طے کر چکا ہو، سفر کے تمام نشیب وفراز سے واقف ہو اور مریدوں کی رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہو۔

صوفیائے کرام کا طریقۂ اصلاح علماء ودعاۃ اور مبلغین و صالحین سے قدرے مختلف ہے، وہ عوام کی اصلاح کے لیے عمومی طریقہ نہیں اختیار کرتے، ارشاد وتلقین کے لیے وہ عوامی جلسے اور مواعظ کی مجلس کا اہتمام نہیں کرتے اور نہ اصلاحی دورے کرتے ہیں، ان مروجہ اصلاحی طریقوں کے علی الرغم اپنے زاویہ اور خانقاہ میں بیٹھ کر وہ ذکر وفکر میں مشغول رہتے اور چلّہ کشی کرتے ہیں، جو لوگ ان سے اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کی طرف رجوع کرتے ہیں صوفیا ان کی طرف توجہ کرتے ہیں اور ان کی اصلاح وتربیت کی فکر کرتے ہیں اور جو لوگ ان سے رجوع نہیں کرتے ان کی اصلاح وتربیت کی ذمہ داری ان پر عائد نہیں ہوتی اور وہ ان کی قدر نہیں کرتے۔

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں: ''صوفیا کے دروازے ہر ایک کے لیے خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، امیر ہو یا غریب کھلے تھے اور ان کا کام ہر ایک میں بلا کسی تفریق کے ''ارشاد وہدایت'' تھا، ایک ہندو کے قبول اسلام سے انھیں جتنی خوشی ہوتی تھی شاید اس سے زیادہ ایک مسلمان کے ترک گناہ سے ہوتی۔

صوفیا کے اس جامع نقطۂ نظر کو ''سلسلۃ الذہب'' کے مصنف نے ایک مشہور سہروردی بزرگ (شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ) کا ذکر کرتے ہوئے خوب واضح کیا ہے اور ان کی نسبت لکھا ہے:

''لوگوں کے ارشاد وہدایت میں کفر سے ایمان کی طرف گناہ سے عبادت کی طرف، نفسیات سے روحانیت کی طرف ان کا بڑا مرتبہ تھا۔''

مشائخ کبار کے سامنے یہی مطمح نظر تھا جو سلسلۂ الذہب کے بیان کے مطابق شیخ بہاؤ الدین کا تھا، وہ ہر ایک کو خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ایک بلند تر روحانی زندگی کا پیغام دیتے اور اس کا عملی نتیجہ یہ تھا کہ کفار اسلام کی طرف راغب ہوتے اور عام مسلمان ایک پاک اور بے عیب زندگی کی طرف۔

خانوادۂ چشتیہ کے مشہور بزرگ شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادیؒ نے بھی اپنے مکتوب میں اسی نقطۂ نظر کی ترجمانی کی ہے، ''دراں کوشید کہ صورت اسلام وسیع گردد وزا کرین کثیر۔'' ایک اور جگہ وہ فرماتے ہیں: ''بہر حال در اعلائے کلمۃ الحق کوشید واز مشرق تا مغرب ہمہ اسلام حقیقی بر کنید۔'' یعنی صوفیا کا مطمح نظر اسلام کی اشاعت نہیں بلکہ اسلام حقیقی کی توسیع تھا، جس کی ضرورت فقط غیر مسلموں کو نہیں بلکہ بہت سے مسلمانوں کو بھی ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے مریدوں میں سے ایک نوجوان اپنے ساتھ اپنے ایک ہندو دوست کو لے کر حضرت کی خانقاہ میں آیا اور اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ'' یہ میرا بھائی ہے۔'' حضرت نے اس نوجوان سے پوچھا کہ تمھارے اس بھائی کو اسلام کی بھی رغبت ہے یا نہیں؟'' اس نے کہا کہ میں اسے مخدوم کی خدمت میں لے کر اسی لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی نگاہ کی برکت سے ہی مسلمان ہو جائے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا: ''ایں قوم را چنداں بکفتہ کے دل نہ گردد اما اگر صحبت صالح بیاید امید باشد کہ برکت صحبت او مسلمان شود۔''

(اس قوم پر کسی کے کہنے سننے سے اثر نہیں ہوتا، ہاں اگر کسی صالح کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے تو امید ہوتی ہے کہ اس کی صحبت کی برکت سے مسلمان ہو جائے)

صوفیائے کرام محسوس کرتے تھے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمومی فریضہ سلاطین سے وابستہ ہے یا علماء کرام سے۔ صوفیا اس ذمہ داری کو اپنے دائرے اور زاویے میں رہ کر ہی انجام دے سکتے تھے، اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ صوفیائے کرام عام انسانوں سے کثرت اختلاط کو نفس کی تربیت کے لیے اور تعلق باللہ کے لیے مضر سمجھتے تھے، اسی لیے وہ امراء اور سلاطین وقت کے یہاں بھی حاضر ہونے سے گریز کرتے تھے اور ان سے عموماً ربط و تعلق استوار نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ قطب الدین مبارک شاہ خلجی نے خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور اپنے ایک ملازم کو شیخ کو بلانے کے لیے بھیجا، اس کو شیخ نے جواب دیا کہ میں گوشہ نشیں ہوں کہیں نہیں جاتا ہوں اور میرے پیروں کی بھی یہ رسم اور عادت نہیں تھی کہ وہ وزیر اور بادشاہوں کے مصاحب بنیں، مجھے معاف رکھیے اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجیے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صوفیا، امراء و سلاطین کی اصلاح و تربیت کی ضرورت نہیں محسوس کرتے تھے اور حکومت میں جو غیر شرعی امور انجام پاتے ان پر وہ مطمئن تھے یا ان کے دل میں اصلاح احوال کی کوئی خواہش اور امید نہ تھی، بلکہ سلاطین کے ذریعہ ملک میں رونما ہونے والے، (بقیہ صفحہ نمبر 27 پر)

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا تاریخی فیصلہ

علامہ اقبالؒ کے مطالبہ کی تکمیل

محمد اعجاز مصطفیٰ

اللہ تعالیٰ نے جب اس زمین کو بسانے کا فیصلہ فرمایا تو سیدنا ابونا حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں اتارا۔ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی بھی ہیں اور اس بساطِ ارضی پر پہلے انسان بھی۔ چونکہ انسان کو دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے اپنے رب کی ہدایات، تعلیمات اور احکامات کی ضرورت تھی، اس لیے انسانیت اور دین فطرت ساتھ ساتھ اتارے گئے اور دنیا کے پہلے انسان ہی اللہ کے پہلے نبی بھی بنائے گئے۔ اس طرح روز اول سے انسانیت اور مذہب کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور کبھی بھی انسان مذہبی تعلیمات سے بے بہرہ نہیں رکھا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے سلسلۂ انسانیت چلنا اور دائرۂ نبوت بڑھنا شروع ہوا، اولاد آدم میں اب تک ان گنت انسان دنیا میں آ کر جا چکے اور جانے کتنوں کا آنا مقدر ہے! انہی انسانوں میں سے بعض بندوں کو اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے لیے منتخب فرمالیا اور وہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی وحی کی روشنی میں بھولی بھٹکی انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے، تا آنکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''خاتم النبیین'' آخری نبی بنا کر مبعوث کیے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہوا اور تا قیامت آپ ہی کی تعلیمات انسانیت کے لیے چراغِ راہ قرار پائیں۔ چنانچہ قرآن کریم کی تقریباً سو آیات کریمہ اور احادیث نبویہ کے ذخیرہ میں سے کم و بیش دوسو دس فرامینِ نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کا اعلان کیا گیا ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو جھوٹا، کذاب، دجال اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جب تک انبیاء و رسل کا آنا مقدر تھا تو ہر نبی اپنی امت کو اپنے بعد آنے والے نبی کی خبر دیا کرتے تھے، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی تو آپؐ نے اپنے بعد کسی نبی کے آنے کی خبر دینا تو کجا، نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو بھی جھوٹا قرار دے دیا اور ان جھوٹوں کے فتنہ کی خبر ضرور دی کہ:

''میرے بعد ایسے کذاب آئیں گے جو خود کے نبی ہونے کے زعم میں مبتلا ہوں گے لیکن جان لو کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا''۔

جب اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ نبوت کی تکمیل آپؐ پر فرما کر آپ کے دین ''اسلام'' کو تا قیامت محفوظ کر دیا اور آپ پر اتاری جانے والی کتاب ''قرآن کریم'' کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی تو ظاہری اسباب یوں پیدا فرمائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت سے وجود میں آنے والی جماعت ''صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین'' کو میدان میں لا کھڑا کیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایامِ حیات میں یمن کے اندر اسود عنسی نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تو صحابیِ رسول حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم پر اسے قتل کیا اور زبانِ نبوت سے ''فاز فیروز'' (فیروز کامیاب ہوگئے) کا تمغہ پایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دوسرے جھوٹے مدعیٔ نبوت مسیلمہ کذاب کا فتنہ سر چڑھ کر بولنے لگا تو جانشین رسول خلیفۂ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے یمامہ کا میدان سجا دیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں صحابہ و تابعین کی فوج نے ''مسیلمیوں'' کا قلع قمع کر دیا، خود مسیلمہ کذاب صحابیِ رسول حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

واضح رہنا چاہیے کہ ''جنگ یمامہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اسلام کی پہلی جنگ ہے جو خالصتاً ''ختم نبوت'' کے تحفظ کے لیے لڑی گئی اور اس ایک جنگ میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق: ''گیارہ سو سے چودہ سو صحابہ و تابعین نے جامِ شہادت نوش کیا۔'' (عمدۃ القاری، ج:18، ص:281) اس سے اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ صحابۂ کرامؓ کے نزدیک ''ختم نبوت'' کے تحفظ کی کس قدر اہمیت تھی؟

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد بھی ہر دور میں ''ختم نبوت'' کا تحفظ کس قدر حساسیت کا پہلو لیے رہا، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ'' میں لکھتے ہیں: ''اور خلیفہ عبد الملک بن مروان نے مدعیٔ نبوت حارث کو قتل کر کے سولی پر لٹکایا تھا اور بے شمار خلفاء و سلاطین نے اس قماش کے لوگوں کے ساتھ یہی سلوک کیا اور اس دور کے تمام علماء نے بالاجماع ان کے اس فعل کو صحیح اور درست قرار دیا اور جو شخص مدعیٔ نبوت کے کفر میں اس اجتماع کا مخالف ہو وہ خود کافر ہے''۔ (ج:3، ص۔207)

قرآن کریم کی صریح نصوص، متواتر احادیث نبویہ اور صحابۂ کرامؓ کے پہلے اجماع کی روشنی میں تمام فقہائے امت بھی اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد منصبِ نبوت کا دعویدار دائرۂ اسلام سے باہر ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دعوے دار سے دلیل طلب کرنا بھی کفر قرار دیتے ہیں اور فقہ شافعی کی مستند کتاب ''مغنی المحتاج شرح منہاج''، فقہ حنبلی کا مستند فتاویٰ ''مغنی ابن قدامہ'' اور ''الشرح الکبیر شرح المقنع'' میں بھی اس کی صراحت ہے، جس کی تفصیل طوالت سے بچنے کے

لیے چھوڑی جارہی ہے۔

امت مسلمہ کی اس روشن تاریخ کا سفر طے کرتے ہوئے جب ہم برصغیر میں داخل ہوتے ہیں تو یہاں 1880ء سے ایک فتنہ سر اٹھاتا نظر آتا ہے جو پہلے پہل مناظر اسلام، داعیٔ اسلام مجاہد اسلام وغیرہ وغیرہ کا روپ دھار کر اپنے گرد ایک جماعت تیار کرتا ہے، اس کے بعد وہ تدریجاً ملہم من اللہ، مجدد، مہدی، مثیل مسیح، مسیح علیہ السلام، ظلی بروزی نبی اور بالآخر صاحبِ شریعت نبی ورسول ہونے کا دعویدار ہوتا ہے۔ یہ شخص مرزا غلام احمد قادیانی تھا، جس کے ظاہر ہوتے کفر کو سب سے پہلے علمائے لدھیانہ نے بھانپا اور 1884ء میں اس کے کفر کا فتویٰ جاری کیا، اس کے بعد دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ایسے اکابر نے مرزا قادیانی اور اس کے پیروؤں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا، پھر دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے دو فتوے اور جاری ہوئے جن پر شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مفتی عزیز الرحمٰن وغیرہم کے دستخط سے قادیانیت کی تکفیر کی مہر ثبت کی گئی۔

یہاں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس سے قبل اس فتنہ کی بو سب سے پہلے حضرت اقدس مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ نے محسوس فرمائی اور اپنے خلیفۂ ارشد حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کو فتنۂ قادیانیت کا تعاقب کرنے کے لیے ہندوستان روانگی کا حکم دیا، نیز حضرت حاجی صاحبؒ ہی کے دوسرے خلیفہ اور دار العلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ نے فتنۂ قادیانیت کے ظہور سے قبل ہی اس نوعیت کے تمام فتنوں کا سد باب کرتے ہوئے لکھا: ''ادھر تصریحاتِ نبوی مثل: ''انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی'' او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے، اس باب میں کافی ہے، کیونکہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا، والفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں، سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض ووتر وغیرہ، باوجود یہ کہ الفاظِ احادیث تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا اس کا منکر کافر ہے، ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔''

(تحذیر الناس ص:109، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند)

علماء امت کی ان تصریحات کی روشنی میں تو قادیانی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں ہی، لیکن مرزا غلام احمد قادیانی بھی خود کو اور اپنے پیروؤں کو مسلمانوں سے الگ سمجھتا تھا، چنانچہ اس کے بیٹے اور دوسرے قادیانی پیشوا مرزا محمود نے کہا: ''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں (مسلمانوں سے ہمارا اختلاف صرف وفاتِ مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ

غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔'' (خطبۂ جمعہ مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان، مندرجہ اخبار الفضل'' قادیان، ج:19، نمبر: 13، مؤرخہ:30/ جولائی 1931ء) یہی وجہ تھی کہ مرزا قادیانی مسلمان امام کے پیچھے نماز پڑھنا، مسلمانوں سے رشتے کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا حتیٰ کہ مسلمانوں کے نابالغ بچہ کا جنازہ پڑھنا بھی حرام جانتے تھے۔ (تذکرہ، ص: 318، انوارِ خلافت، ص:93، سلسلۂ احمدیہ، ص:84-85) چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی نے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے جنازہ میں موجود ہونے کے باوجود شرکت نہ کی اور ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ جب ان سے اس بابت سوال ہوا تو کہا کہ ''مجھے کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لیں یا مسلمان حکومت کا کافر نوکر۔''

(رپورٹ تحقیقی عدالت پنجاب، ص:213، زمیندار لاہور، 8/فروری 1950ء، ٹریکٹ 22 بعنوان ''احراری علماء کی راست گوئی کا نمونہ'')

قادیانیوں کے خود کو مسلمانوں سے الگ سمجھنے کی بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ تقسیم ہند کے وقت ضلع گورداسپور جہاں مسلمان 51 فیصد اور غیر مسلم 49 فیصد تھے اور اس رو سے یہ علاقہ پاکستان میں شامل ہونا چاہیے تھا لیکن قادیانیوں نے باؤنڈری کمیشن کو باقاعدہ درخواست پیش کر کے یہ موقف اختیار کیا کہ ہمیں مسلمانوں میں نہ گنا جائے۔ چنانچہ مسلمان 49 فیصد اور غیر مسلم 51 فیصد ہو گئے اور یہ علاقہ مسلم اکثریتی علاقہ ہونے کے باوجود ہندوستان میں شامل کر دیا گیا۔ اس فیصلہ سے پاکستان کو جغرافیائی سطح پر جو نقصان ہوا سو ہوا اور کشمیر کا قضیہ لاینحل شکل اختیار کر گیا لیکن دوسری جانب یہ اچھی طرح عیاں ہو گیا کہ قادیانی خود کو مسلمانوں میں سے نہیں گردانتے اور اپنی الگ شناخت کے خواہاں ہیں۔

قادیانیوں کا امت مسلمہ سے علیٰحدہ شناخت قائم کرنا اور ایسے نظریات اختیار کرنا جو وحدتِ اسلامی کے لیے نقصان دہ تھے، ان باتوں کو بہت پہلے مصور پاکستان، شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے بھانپ لیا تھا۔ یوں تو برصغیر کے تمام ہی مکاتبِ فکر کے علمائے کرام، دینی جماعتوں کے قائدین اور عام مسلمان، قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بنا پر اسلام سے باہر سمجھتے تھے اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت میں مجلس احرار اسلام کا قافلہ اس فتنہ کے تعاقب میں شب و روز مصروفِ عمل تھا، لیکن انگریز حکومت کا چونکہ یہ خود کاشتہ پودا تھا، اس لیے سرکار انگلستان ''لڑاؤ اور حکومت کرو!'' کے شیطانی اصول پر عمل پیرا رہ کر مسلمانوں میں فرقہ وارانہ جھگڑے پیدا کرنے اور انھیں مذہبی اختلافات میں الجھائے رکھنے کی غرض سے اس مسئلہ کے پرامن حل پر آمادہ نہیں تھی۔ چنانچہ حکومت سے سب سے پہلے یہ مطالبہ شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے کیا کہ قادیانیوں، مرزائیوں اور غلام

احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

علامہ اقبال قادیانیوں کو کیا سمجھتے تھے، وہ آپ کی اس تحریر سے عیاں ہے: ''ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بے زار ہوا جب ایک نئی نبوت بانیٔ اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا، بعد میں یہ بے زاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی، جب میں نے تحریک (قادیانیت) کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔'' اور آپ قادیانیت سے اس حد تک بے زار ہو گئے کہ اسے یہودیت کا چربہ قرار دیا۔ (دیکھیے: حرفِ اقبال، ص:123) آپ قادیانیوں کو صرف غیر مسلم ہی نہیں بلکہ دین اسلام اور اپنے وطن کا غدار بھی سمجھتے تھے، پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں: میں اپنے ذہن میں اس امر کے متعلق کوئی نہیں پاتا کہ قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں''۔ (کچھ پرانے خطوط، ج:1، ص:293) ایک موقع پر قادیانی حکمت عملی کا پردہ چاک کرتے ہوئے حضرت علامہؒ نے فرمایا: ''اس امر کو سمجھنے کے لیے کسی خاص ذہانت یا غور وفکر کی ضرورت نہیں ہے کہ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیٰحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کے لیے کیوں مضطرب ہیں؟'' (حرفِ اقبال ص 137-138) چنانچہ آپ قادیانیوں کو مشورہ دیتے نظر آتے ہیں: ''میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کر لیں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقۂ اسلام میں ہو، تاکہ انھیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں'' اس کے بعد آپ حکومتِ وقت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں: ''میرے خیال میں قادیانی حکومت سے کبھی علیٰحدہ گی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے، ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیٰحدہ کر دیا جائے۔'' (حرفِ اقبال ص:138)

ان حوالہ جات کی روشنی میں اچھی طرح واضح ہو گیا کہ علامہ محمد اقبالؒ قادیانیوں کو دین ووطن کا غدار سمجھتے تھے اور انھیں مسلمانوں سے الگ کرنے کا سب سے پہلے مطالبہ آنجناب ہی نے کیا تھا، لیکن علامہ اقبال کا یہ مطالبہ سرکار انگلستان کے زیر تسلط ہندوستان میں تو پورا نہ ہو سکا، البتہ اس ''پیامِ اقبال کی بسم اللہ'' مملکتِ خداداد پاکستان کے مقدر میں تھی، جس کے نقش گر بھی آں موصوف ہی تھے۔ چنانچہ فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لیے تحریکیں چلیں، صعوبتوں کی گھاٹیاں عبور ہوئیں، شہادتوں کی داستانیں رقم کی گئیں، جیلیں بھریں، پھانسی گھاٹ سجے، 1953ء کی ختم نبوت تحریک میں دس ہزار مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا، پھر 29/مئی 1974ء کو چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر قادیانی درندوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر ظلم وستم اور جبر وقہر کے پہاڑ توڑ دیئے گئے، جس

کے نتیجہ میں ملک گیر تحریک چلی، قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں قادیانی سربراہ مرزا ناصر اور لاہوری جماعت کے پیشوا پر جرح ہوئی، انھیں اپنا موقف کھل کر پیش کرنے کا موقع دیا گیا، بالآخر 7/ستمبر 1974ء کو تمام اراکین اسمبلی کا متفقہ فیصلہ وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے سنایا۔ قادیانی غیر مسلم قرار پائے اور علامہ اقبالؒ کے دیرینہ خواب کی تکمیل ہوئی۔

آج اگر ہم 7/ستمبر 1974ء کے اس فیصلہ کو پیامِ اقبال کی ''بسم اللہ'' اور بانگ درا'' کی تکمیل قرار دیں تو شاید بے جا نہ ہوگا کہ بہرحال! اقبال وجناح کے دیس میں قادیانیت کا یہی مقدر تھا۔ 7/ستمبر 1974ء ہم پر خداوند تعالیٰ کے انعام کا دن ہے، بارگاہ رسالت مآب میں سرخروئی کا دن ہے، شہدائے ختم نبوت کے خون کے رنگ لانے کا دن ہے، تمام مکاتب فکر کے علماء وقائدین کی محنتوں اور قربانیوں کے ثمر آور ہونے کا دن ہے، اس مبارک دن کے موقع پر ہم بارگاہِ خداوندی میں سجدۂ شکر بجالاتے ہیں اور یہ عہد کرتے ہیں کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کردیں گے انشاء اللہ!

اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب فرمائیں۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم!

☆☆☆

بقیہ : صوفیاء کرام کا طریقۂ اصلاح

واقعات سے ان کو سروکار تھا، مگر وہ اپنی خانقاہ سے نکلنے اور طریقہ اصلاح کو تبدیل کرنے پر راضی نہ تھے، البتہ جو حکام وقت ان سے تعلق رکھتے تھے اور جو امراء ان سے عقیدت تعلق رکھتے تھے ان کی اصلاح وتربیت پر وہ توجہ دیتے تھے اور ان کو غیر شرعی کاموں سے اجتناب کرنے کی تلقین کرتے تھے اور اس کا خاطر خواہ اثر بھی ہوتا تھا۔

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور ان کے نامور خلفاء کے پاس امراء وقت حاضر ہوتے تو یہ مشائخ ان کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ دیتے، ان کو غیر شرعی امور سے توبہ کرنے کی تلقین کرتے اور دینی امور کے التزام کی نصیحت کرتے، اس طرح بہت سے حکام کو برے کاموں سے توبہ کرنے کی توفیق ملتی تھی اور دینی کاموں کو انجام دینے کی ترغیب حاصل ہوتی تھی۔

چنانچہ وقائع نگاروں نے خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ'' بہت سے وہ ارباب حکومت جو فسق وفجور کی طرف مائل تھے، حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دینی، اصلاح اور یقینی فلاح کا التزام واستحکام کرتے۔''

☆☆☆

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا ۔۔۔ سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا



مسلم مجاہدین آزادیٔ ہند

شاہ عالم ابوبکر ولید پورمئو، یوپی

اسماء مجاہدین آزادی

1	نواب سراج الدولہ	18	مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ	33	مسیح الملک حکیم اجمل خان		
2	بطل حریت شیر میسور ٹیپو سلطان شہیدؒ	19	شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ	34	مولانا مظہر الحقؒ		
3	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	20	مولانا عبید اللہ سندھیؒ	35	مولانا ظفر علی خانؒ		
4	شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ	21	مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	36	علامہ عنایت اللہ خان مشرقیؒ		
5	سید احمد شہیدؒ	22	مولانا انور شاہ کشمیریؒ	37	ڈاکٹر مختار احمد انصاری		
6	مولانا ولایت علی صادق پوریؒ	23	مولانا برکت اللہ بھوپالیؒ	38	جنرل شاہنواز خان		
7	ابوجعفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر	24	مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ	39	مولانا عبد القادر دہلویؒ		
8	علامہ فضل حق خیر آبادیؒ	25	سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ	40	مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ		
9	شاہ زادہ فیروز شاہ	26	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	41	مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ		
10	مولوی محمد باقر شہیدؒ	27	سید الاحرار مولانا محمد علی جوہرؒ	42	خان عبد الغفار خان		
11	بیگم حضرت محل	28	مولانا حسرت علی موہانیؒ	43	مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ		
12	مولانا احمد اللہ شاہ فیض آبادیؒ	29	مولانا منظور احسنؒ	44	ڈاکٹر سید محمود		
13	نواب خان بہادر خان	30	امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ	45	خان عبد الصمد خان		
14	مولانا مملوک علی دیوبندیؒ	29	مولانا منظور احسنؒ	46	رفیع احمد قدوائی		
15	شاہ عبد القادر لدھیانویؒ	30	امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ	47	یوسف مہر علی		
16	حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ	31	رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ	48	اشفاق اللہ خان		
17	مولانا محمد قاسم نانوتویؒ	32	ڈاکٹر سیف الدین کچلو امرتسری	49	بیرسٹر آصف علی		

50	مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	72	مولانا سیف الرحمٰن کابلیؒ	94	حیدر علی خان (ٹیپو سلطان کے والد)
51	مولانا خلیل الرحمٰن لدھیانویؒ	73	مولانا وحید احمد فیض آبادیؒ	95	مولانا مغفورؒ
52	عبدالقیوم انصاری	74	مولانا عزیر گل پشاوریؒ	96	شہید پیرؒ
53	حافظ ضامن شہیدؒ	75	مولانا حکیم نصرت حسین فتح پوریؒ	97	علی وردی (سراج الدولہ کے نانا)
54	مولانا شاہ رفیع الدین دہلویؒ	76	مولانا ابوالمحاسن سجاد پٹنویؒ	98	مولانا نصیب الدین
55	مولانا سید اسماعیل شہیدؒ	77	مولانا احمد علی لاہوریؒ	99	مولانا عنایت علی عظیم آبادیؒ
56	مولانا شاہ اسحٰق دہلویؒ	78	مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ	100	مولانا سرفراز احمد
57	مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ	79	مولانا نورالدین بہاریؒ	101	مولانا احمداللہ عظیم آبادیؒ
58	مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ	80	نواب شجاع الدولہ	102	مولانا یحییٰ علیؒ
59	مولانا جعفر تھانیسریؒ	81	مولانا منیر نانوتویؒ	103	مولانا عبدالرحیم صادق پوریؒ
60	مولانا عبداللہ صادق پوریؒ	82	سید حسن عسکریؒ	104	مفتی احمد کاکوریؒ
61	مولانا نذیر حسین دہلویؒ	83	مولانا عبدالحق مدنیؒ	105	مفتی مظہر کریم دریابادیؒ
62	مفتی صدرالدین آزردہؒ	84	شاہ معین الدین اجمیریؒ	106	حافظ الملکؒ
63	مفتی عنایت احمد کاکوریؒ	85	مولانا فخرالدین احمد مرادآبادیؒ	107	حافظ رحمت خانؒ
64	مولانا فریدالدین شہید دہلویؒ	86	مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	108	رحمت الدسایانی
65	قاضی عنایت احمد تھانویؒ	87	احمد شاہ ابدالیؒ	109	فضل ربی
66	قاضی عبدالرحیم تھانویؒ	88	حافظ عابد حسینؒ	110	منصور انصاری
67	مولانا فیض احمد بدایونیؒ	89	واجد علی شاہ	111	مولانا اکبرؒ
68	مولانا احمداللہ مدراسیؒ	90	مولانا عبدالماجدؒ	112	مولانا محمد احمد چکوالیؒ
69	مولانا رضی اللہ بدایونیؒ	91	حبیب الرحمٰن عثمانیؒ	113	مولانا احمداللہ پانی پتیؒ
70	مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ	92	طبیب جی بدرالدینؒ	114	مولانا فضل محمودؒ
71	مولانا شوکت علی رام پوریؒ	93	ارونا آصف	115	مولانا صادق کراچویؒ

116	شیخ عبدالرحیم سندھیؒ	138	عزیزن بی	160	مولانا شبلی نعمانیؒ		
117	ڈاکٹر احمد انصاریؒ	139	بیگم حبیبہ	161	میر ہمایوں کبیر		
118	مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ	140	بیگم رحیمہ	162	ڈاکٹر مصور		
119	سید محمد میاں دیوبندیؒ	141	اصغری بیگم	163	عبدالوہاب		
120	مولانا آزاد سبحانیؒ	142	بیگم نشاط النساء	164	شیخ عبدالرحمٰن حیدرآبادی		
121	سید محمد فاخرؒ	143	امجدی بیگم	165	رسول اللہ خان		
122	سید سلیمان ندویؒ	144	شفاعت النساء بیگم	166	امتیاز علی		
123	نواب مظفرالدولہ	145	وکیل عظیم اللہ خان	167	رکن الدین		
124	مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ	146	مولانا لیاقت علی خان	168	مصطفیٰ حسین		
125	مولانا محمد عارف ہسویؒ	147	حکمت اللہ خان	169	نواب امیر خان		
126	مولانا منت اللہ رحمانیؒ	148	جنرل محمد بخت خان	170	سید محمد علی رام پوری		
127	مولانا فرحت علیؒ	149	بخش علی	171	مولانا محمد قاسم پانی پتیؒ		
128	نواب میر قاسم	150	مولانا محمد شیروجیؒ	172	مولانا اولاحسن قنوجیؒ		
129	مجنون شاہ فقیر	151	صوبیدار احمد	173	مولانا سید نصیرالدین دہلویؒ		
130	موسیٰ شاہ	152	پٹھان طرّے باز خان شہیدؒ	174	مولانا الٰہی بخش عظیم آبادیؒ		
131	چراغ علی	153	مولوی علاءالدینؒ	175	مولانا فیاض علی عظیم آبادیؒ		
132	نور محمد	154	بیرسٹر عبدالرشید بنگال	176	سید اکبر شاہ		
133	شہزادہ مبارزالدولہ	155	لیاقت حسین بنگال	177	میر مفقود علی		
134	حاجی شریعت اللہؒ	156	عبدالحکیم غزنویؒ	178	مولانا عبداللہ صادق پوریؒ		
135	اُودُومیاں	157	یوسف خان	179	مولانا عبدالکریم عظیم آبادیؒ		
136	نویا میاں	158	بہادر محمد	180	مولانا رحمت اللہ غازی صادق پوریؒ		
137	امیر میاں	159	شعیب اللہ خان				

(بقیہ صفحہ نمبر 45 پر)

تحریک آزادی کے مجاہد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

مولانا محمد قاسم

سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ نے فرمایا: ''ختم نبوت کی حفاظت میرا جزو ایمان ہے۔ جو شخص بھی اس ردا کو چوری کرے گا.....جی نہیں! چوری کا حوصلہ کرے گا، میں اس کے گریبان کی دھجیاں پھاڑ دوں گا۔ میاں صلی اللہ علیہ وسلم (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہ جی ''میاں'' کہا کرتے تھے) کے سوا میں کسی کا نہیں۔ نہ اپنا نہ پرایا۔ میں انہی کا ہوں، وہی میرے ہیں۔ جن کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے قسمیں کھا کھا کے آراستہ کیا ہو، ان کے حسن و جمال پر نہ مرمٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور لعنت ہے ان پر جو ان کا نام تو لیتے ہیں لیکن سارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشا دیکھتے ہیں۔''

یہ محض الفاظ نہیں بلکہ ایمانی جذبات بطل حریت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہیں جنھیں آج ''امیر شریعت'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپ مجلس احرار اسلام کے روح رواں، تحریک آزادی میں صف اول کے سالار، کشمیر کی آزادی کے مجاہد اور فتنۂ قادیانیت کے خلاف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی و امیر اول تھے۔ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ یکم ربیع الاول 1310ھ مطابق 23/ستمبر 1892ء بروز جمعۃ المبارک سحر کے وقت پٹنہ اپنے ننھیالی علاقہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد بخارا سے کشمیر پھر کشمیر سے پنجاب وارد ہوئے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب سیدنا امام حسنؓ سے جا ملتا ہے۔

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ، مفتی محمد حسن امرتسری ایسے جبالِ علم سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے بعد آپ ایک مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپ کو مرد آزاد، خوددار اور حمیتِ دین کا مجسمہ بنایا تھا، اس کے ساتھ ساتھ آپ کو مردانہ وجاہت وخوش الحانی کی نعمتوں سے بھی نوازا تھا، چنانچہ آپ نے اپنی یہ صلاحیتیں قرآن کریم کی تلاوت، رسوم و بدعات کے مٹانے اور اشاعتِ اسلام کے لیے وقف کیں اور ہندوستان پر قابض انگریز کو نکالنے کے لیے بروئے کار لائے۔

خصوصاً خطابت کے میدان میں مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ ایسے خطیبوں کی موجودگی میں آپ نے اپنا بھرپور لوہا منوایا۔

29/دسمبر 1929ء کو لاہور میں مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی گئی تو آپ اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ مجلس احرار اسلام کو ہندوستان کی انگریز سے آزادی، ہندوستان کی سیاست میں مسلمانوں کی نمائندگی اور مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی، اقتصادی اور معاشرتی ترقی کے لیے قائم کیا گیا، نیز بعد میں یہ جماعت کشمیر کی سکھوں سے آزادی اور فتنۂ قادیانیت کے خلاف بھی مورچہ زن رہی اور پھر ان محاذوں پر خصوصیت کے ساتھ اہل اسلام کی نمائندگی مجلس احرار اسلام نے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت میں کی۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سب سے پہلے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، ان کی وفات کے بعد حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ آپ نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی، نیز تحفظ ختم نبوت کے لیے علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے آپ کو امیر شریعت کا لقب دے کر اس محاذ کا امیر مقرر کیا اور سب سے پہلی بیعت خود انھوں نے شاہ جی کے ہاتھ پر کی تو شاہ جی نے روتے ہوئے فرمایا کہ یہ بیعت آپ نے میرے ہاتھ پر نہیں کی ہے بلکہ درحقیقت مجھے اپنی بیعت کے لیے قبول فرمالیا ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی زندگی مسلسل جدوجہد، امت کے درد، تڑپ اور فکر سے عبارت رہی۔ خصوصاً خطابت کے ذریعہ آپ نے مسلمانانِ ہند میں ایک نئی روح پھونک دی، چنانچہ ایک موقع پر فرمایا: ''میں نے چوالیس برس لوگوں کو قرآن سنایا۔ پہاڑوں کو سناتا تو عجب نہ تھا کہ ان کی سنگینی کے دل چھوٹ جاتے، غاروں سے ہم کلام ہوتا تو وہ جھوم اٹھتے، چٹانوں کو جھنجھوڑتا تو چلے لگتیں، سمندروں سے مخاطب ہوتا تو ہمیشہ کے لیے طوفان بلند ہو جاتے، درختوں کو پکارتا تو وہ دوڑنے لگتے، کنکریوں سے کہتا تو وہ لبیک کہہ اٹھتیں، صرصر سے گویا ہوتا تو وہ صبا ہو جاتی، دھرتی کو سناتا تو اس کے سینہ میں بڑے بڑے شگاف پڑ جاتے، جنگل ہرا ہونے لگتے، صحرا سرسبز ہو جاتے، لیکن میں نے ان لوگوں کو خطاب کیا جن کی زمینیں بنجر ہو چکی ہیں، جن کے ہاں دل و دماغ کا قحط ہے، جن کے ضمیر عاجز آ چکے ہیں، جو برف کی طرح ٹھنڈے ہیں، جن کی پستیاں انتہائی خطرناک ہیں، جن میں ٹھہرنا المناک اور جن سے گزر جانا طرب ناک ہے، جن کے سب سے بڑے معبود کا نام طاقت ہے۔'' آپ کی خطابت کے جوہر کو سن کر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا تھا:

''ان کی باتیں عطاء اللّٰہی ہوتی ہیں۔'' مولانا محمد علی جوہرؒ کے بقول: ''شاہ جی مقرر نہیں، ساحر ہیں۔''

مولانا شوکت علیؒ کہتے ہیں: ''وہ بولتے نہیں، موتی رولتے ہیں۔''

قیام پاکستان کے بعد آپ نے ملتان ہی میں سکونت اختیار کیے رکھی اور خود کو وطن عزیز کی خدمت اور اس کی جغرافیائی و نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کے لیے وقف کر دیا۔

مجلس احرار اسلام کے رکن رکین، صحافی و مصنف اور آپ کی سوانح ''حیات امیر شریعت'' کے مؤلف جانباز مرزا مرحوم ''کاروانِ احرار، ج: 5، ص: 13'' پر لکھتے ہیں: ''جنوری 1949ء میں مجلسِ احرار کا سیاسی نظام ختم کر دیا گیا اور اس کی جگہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے تبلیغی کام کرنے کا فیصلہ ہوا، اس کے صدر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے۔'' ابھی اس نوزائید تنظیم کی بنیادیں ہی رکھی جارہی تھیں کہ ملک میں قادیانیت کا فتنہ اپنے پر پھیلانے لگا، جس کے نتیجہ میں 1953ء میں ختم نبوت کی پہلی تحریک چلی، اس تحریک میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے کل جماعتی مجلس عمل کے پلیٹ فارم پر تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں کو مرزائیت کے مقابلہ پر کھڑا کر دیا، مولانا سید ابوالحسنات علی قادریؒ کو تحریک کا سربراہ بنایا، اہلحدیث عالم دین مولانا حامد بدایونی، شیعہ رہنما مظفر علی شمسی آپ کے رفقائے کار تھے۔ جیل ہوئی تو وہاں تمام قائدین اکٹھے رہے۔ جیل سے رہائی کے بعد آپ نے 1954 میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی تنظیم کو مضبوط کیا اور رد قادیانیت کے محاذ پر اس تنظیم کو ایسا تیار کر دیا کہ بعد میں تحریک ختم نبوت 1974ء میں اسلامیانِ پاکستان کو کامیابی ملی اور قادیانی غیر مسلم قرار پائے، پھر 1984ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کا اجراء ہوا، جس کے بعد سے آج تک مرزائیت کے تعاقب اور مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کے لیے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میدان عمل میں مصروفِ عمل ہے، یہ سب آپ ہی کا صدقۂ جاریہ ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اس اول مسند نشین نے 13/ستمبر 1954ء کو اپنا پہلا اخباری بیان یہ جاری کیا:

''مسئلہ ختم نبوت جانِ اسلام اور روحِ قرآن ہے۔ اگر مسلمان عقیدۂ ختم نبوت سے بال برابر بھی ادھر ادھر ہو جائیں گے تو پھر نہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن باقی رہتا ہے اور نہ ہی خدا تعالیٰ کا وہ تقدس اور توحید باقی رہتی ہے جس پر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام متفق ہیں۔ مرزائیت اس روح پر، اس جانِ قرآن اور جانِ اسلام پر مرتدانہ ضرب ہے۔ میں اس کے استیصال کو ہر مسلمان کے لیے فرض جانتا ہوں اور اپنی زندگی کی آخری بازی بھی لگا دوں گا۔ مرزائیت پاکستان کے جسم میں سیاسی ناسور ہے، اگر حکمرانوں نے اس کا آپریشن نہ کیا تو یہ ناسور سارے جسم کو خدانخواستہ تباہ کر دے گا۔''

بالآخر اپنے وقت کا سب سے بڑا خطیب اور تحریک آزادی کا مجاہد 9/ربیع الاول 1381ھ مطابق 21/اگست 1961 بروز پیر بعد عصر خاموشی کی چادر اوڑھ کر جلال باقری قبرستان ملتان میں ابدی نیند سو گیا، لیکن آج تک بقول مولانا ظفر علی خاںؒ:

''کانوں میں گونجتے ہیں بخاری کے زمزمے بل چھک رہا ہے ریاضِ رسول میں''

(بقیہ صفحہ نمبر 42 پر)

چشم کشا تراشے

مولانا محمد واصف نفیس مظاہری صدر دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء ہند ضلع غازی آباد

حدیث شریف پر یقین کامل

ایک مرتبہ صحن مسجد میں طلبہ کو درس دے رہے تھے کہ بارش ہونے لگی تو طلبہ کتابیں اور تپائیاں لے کر اندر بھاگے۔ حضرت مولانا نے اپنی چادر بچھائی تمام طالب علموں کے جوتے اٹھا کر اس میں ڈال کر ان کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ طلبہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو پریشان ہوئے اور بعض طلبہ نے کہا کہ حضرت یہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ طلبہ کے لیے چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں دعا کرتی ہیں اور فرشتے ان کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتے ہیں، ایسے لوگوں کی خدمت کر کے میں نے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ آپ مجھے سعادت سے کیوں محروم کرتے ہیں۔

(بیس بڑے مسلمان ص:171)

اتباع سنت کی وصیت

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں کہ:

حضرت گنگوہیؒ کے وصیت نامہ میں بہت زور سے لکھا ہے کہ اپنی آل اولاد سب دوستوں کو بتاکید وصیت کرتا ہوں کہ اتباعِ سنت کو بہت ضروری جان کر شرع کے موافق عمل کریں، تھوڑی سی مخالفت کو بھی اپنا بہت سخت دشمن جانیں۔

(اکابر علماء، دیوبند، ص:29)

درود شریف سے محبت اور تاکید

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں حضرت گنگوہیؒ کو دیکھا کرتا کہ ہر وقت درود شریف کا ورد فرماتے تھے اور بات بہت کم کرتے تھے۔

(وعظ النور، ص:20)

آپؒ کی اپنی مریدوں کو تاکید تھی کہ کم از کم تین سو مرتبہ درود شریف روزانہ پڑھا جائے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں کہ:

علامہ سخاویؒ نے قوت القلوب سے نقل کیا ہے کہ کثرت کی کم سے کم مقدار تین سو مرتبہ ہے اور حضرت اقدس گنگوہیؒ بھی اپنے متوسلین کو تین سو مرتبہ بتایا کرتے تھے۔

(فضائل درود شریف، ص:17)

☆☆☆

اسلاف کے آخری لمحات

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ

علامہ مفتی امداد اللہ انور

حضرت ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ ان کو ابوعمرو ذکوانؒ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہی جبکہ ان کی وفات ہورہی تھی چنانچہ ابوعمرو کو ان ان کے پاس گئے جبکہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کے بیٹے اور حضرت عائشہؓ کے بھتیجے حضرت عبداللہؓ ان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوعمرو فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ ابن عباسؓ آئے ہیں۔ آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: مجھے ابن عباسؓ سے معاف رکھو۔ مجھے ان کی کوئی حاجت نہیں اور نہ ہی ان کے میرے تزکیہ کرنے کی حاجت ہے تو ان کے بھتیجے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: اے اماں! ابن عباسؓ تمھاری نیک اولاد میں سے ہیں۔ وہ آپ کو الوداع کہیں گے اور آپ کو سلام عرض کریں گے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو ان کو اجازت دیدو چنانچہ حضرت ابن عباسؓ تشریف لائے۔ جب بیٹھ گئے تو حضرت عائشہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: آپ خوش ہوجائیں خدا کی قسم! آپ کے اور ہر نصیب تک پہنچنے کے اور حضرت محمد ﷺ اور ان کے دوستوں سے ملنے میں کوئی دیر نہیں رہی۔ الا یہ کہ آپ کی روح آپ کے جسم سے جدا ہو جائے۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ابن عباسؓ بس کرو، لیکن حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: آپ رسول خدا ﷺ کی بیویوں میں سے زیادہ محبوب ترین تھیں اور حضور نہیں محبت کرتے تھے سوائے پاکیزہ شخص کے، آپ کا ہار لیلۃ الابواء میں گر گیا تھا اور حضور ﷺ اس کی تلاش میں لگے رہے، جبکہ لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فتیمموا صعیدا طیباً. (النساء:۴۲)

ترجمہ: اگر تم غسل اور وضو کے لیے پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو۔

یہ حکم آپ کے سبب سے نازل ہوا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس سے پہلے رخصت عطا نہیں فرمائی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے آپ کی برأت بھی نازل فرمائی پھر یہ حالت ہوئی کہ مساجد جن میں اللہ کو یاد کیا جاتا ہے، کوئی بھی ایسی مسجد نہیں رہی جس میں رات اور دن ہر وقت آپ کی برأت کی (آیات کی) تلاوت نہ کی جاتی ہو۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اے ابن عباسؓ! مجھ سے اپنی یہ باتیں نہ کرو، اللہ کی قسم میں پسند کرتی ہوں کہ میں نسیا منسیا ہوجاؤں۔ (۷۲)۔ (جاری) ☆☆☆

آئینۂ ادب

اصلاح معاشرہ

ادارہ

مسلمانوں کی اسی عدل گستری اور آئین وضوابط کی تدوین وترتیب سے دنیا نے خوشہ چینی کی ہے اور اسی نقش قدم پر چل کر آج روس وامریکہ جیسی عظیم سلطنتوں کا قیام عمل میں آیا ہے، ایمان واصلاح اور عدل ومساوات کی وہ تحریک اگر پیدا نہیں ہوئی ہوتی تو شاید آج موجودہ دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا مگر اسی نقش قدم پر چلنے کا نتیجہ یہ ہے کہ آج انسان ترقی کے نقطۂ عروج کو چھو رہا ہے لیکن واحسرتا کہ:

گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما
لیکے آئی ہے مگر تیشۂ فرہاد بھی ساتھ

آج کی اس مادی ترقی میں صلاح وفلاح کا عنصر یکسر مفقود ہے۔ آج تمدن کی ترقی کے باوجود پورے معاشرے پر جہل کی حکمرانی ہے، لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری ہے، قتل وغارتگری کا سکہ رواں ہے، ظلم وجور اور نفرت وعداوت کی تیز آندھیاں چل رہی ہیں، خودغرضی کا بھیانک دیو منہ کھولے کھڑا ہے، امن وسکون اب سے بہت پہلے دلوں سے رخصت ہو چکا ہے، اس دور ترقی میں بجلی کے قمقموں سے شہر وبازار ضرور جگمگائے مگر دل کی دنیا میں اندھیرا چھایا ہوا ہے، ریل اور ہوائی جہاز کی ایجادات نے دوریاں کم کردی ہیں مگر قلوب ایک دوسرے سے دور بہت دور ہو گئے ہیں۔ مہاتما گاندھی نے کہا تھا:

''پرانا زمانہ بیل گاڑی اور چراغ کا زمانہ تھا مگر انسان اپنے اونچے مقام پر تھا ریل اور بجلی کے دور میں انسان اپنے مقام سے بہت نیچے گر گیا ہے اس لئے میرا بس چلے تو میں پھر اس بیل گاڑی اور چراغ کے زمانے کو واپس لاؤں''

جس ماحول میں ہم سانس لے رہے ہیں ایک لحاظ سے یہ دور اگر قابلِ فخر ہے تو کئی اعتبار سے اسے تاریخ کا تاریک ترباب کہنا چاہئے جس میں انسان سکون کو ترس گیا ہے اور وہ عنقا ہو گیا ہے اس کی روح بیقرار ہے اس کا ضمیر پریشان ہے خلوص ومحبت اور اخلاق ومروت سے خالی اور حرص وطمع، مطلب پرستی، دغابازی، کینہ پروری اور نفرت وعداوت سے لبریز پورا کا پورا معاشرہ اسی رنگ میں رنگا ہوا نظر آتا ہے۔

ایسی حالت میں اصلاح معاشرہ کا عمل ظاہر بات ہے کس قدر اہم اور ضروری ہے اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں، انبیاء علیہم السلام اور اپنے وطن کے رشیوں اور مہاتماؤں نے یہی پیغام دنیا کو دیا۔ انبیاء کا زمانہ ختم ہو گیا، اب رشی اور مہاتما بھی پیدا نہیں ہو رہے ہیں۔ (جاری) ☆☆☆

آئینۂ خواتین

"میرا جسم میری مرضی"

ادارہ

آپ آدھے کپڑے پہن کر باہر نکلیں یا پھر حجاب میں، آپ شلوار پہن کر باہر نکلیں یا پھر سکرٹ میں، آپ بلاؤز پہن کر باہر نکلیں یا پورے قمیض میں، آپ کا جسم آپ کی مرضی، آپ چاہے ننگی باہر نکلیں آپ سے کون پوچھنے والا ہے؟ لیکن اس سب کیلئے آپ کو یورپ کے کسی ساحل پر جانا ہوگا کیونکہ آپ جیسی وہاں اور بھی بہت ساری ہیں اور آپ کا بھی پھر اصل مقام وہی ہے۔ مگر ہماری ماؤں اور بہنوں کو ورغلانے یا اکسانے کی کوشش مت کریں۔ آپ جیسی خواتین جس آزادی کی بات کر رہی ہیں یہ سب مغرب کی خواتین کا ایک عکس ہے اور یہ وہ آزادی ہے جس سے خود مغرب کی خواتین تنگ آچکی ہیں۔

اسلام عورت سے اس کے حقوق نہیں چھینتا بلکہ اسے اس کا حق دیتا ہے، سیاست کا میدان ہو یا کوئی بھی میدان ہو خواتین پر کوئی پابندی عائد نہیں ہے جو پابندیاں عائد ہیں وہ اسلام نے خواتین کے تحفظ کیلئے ہی کی ہیں، مغرب میں رشتوں کی کوئی تمیز نہیں ہے، کوئی وقار نہیں ہے۔ خواتین جس آزادی کی بات کرتی ہیں یہ اسی ایجنڈے کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے جس ایجنڈے پر اربوں روپے غیر ملکی خبر رساں ایجنسیاں خرچ کر رہی ہیں تاکہ ہماری ماؤں اور بہنوں کو ورغلا کر کچھ سنہری خواب دکھا کر ان کی عزتوں کے جنازے نکالے جاسکیں۔

اسلام نے خواتین کو ہر اعتبار سے مقام عطا کیا ہے بیٹی کے روپ میں رحمت، ماں کے روپ میں قدموں تلے جنت اور بیوی کے روپ میں بہترین ہمسفر اور دوست یہاں اگر مرد آپ کو یہ حق اور مقام نہیں دیتا تو وہ مرد قصوروار ہے اور وہ اس کا حساب ضرور دے گا۔ ہمیں خواتین کی آزادی کی نہیں ہمیں اس وقت مرد و خواتین دونوں کی اخلاقی تربیت کی ضرورت ہے یہاں تربیت اور اخلاقیات کی کمی ہے

"میرا جسم میری مرضی"

اپنے دین کو پڑھ کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ جسم کس کا ہے؟ نہ تو جسم آپ کا ہے نہ ہی آپ کی مرضی چل سکتی ہے. مرد بھی نہیں کہہ سکتا " کہ میری نظر میری آنکھ میری مرضی " کیونکہ وہ بھی پابند ہے...! آپ سب خواتین سے گزارش ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق آپ جس طرح کی آزادی کی بات کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں مگر یہ آزادی...! یہ آزادی نہیں آزادی کے نام پر بے حیائی ہے۔

اس کلچر کو فروغ دینے کی کوشش مت کریں ... اصلاحی پیغام دینے کی کوشش کریں۔ عورت کا تحفظ اس کی حیا میں پوشیدہ ہے، اس کے لباس میں پوشیدہ ہے۔ اس کی شرم میں پوشیدہ ہے... اپنے جسم کی نمائش کرنے، تعلقات استوار کرنے، مردوں سے مراسم رکھنے، فیشن کے نام پر بے حیائی کو فروغ دینے کے بعد اپنے تحفظ کی توقع رکھنا یا بات کرنا ایک نادانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ ☆☆☆

آئینۂ اطفال

بجلی کے کرنٹ سے بچیں



مولانا ارسلان

پیارے بچو! پہلے زمانے میں جب بجلی ایجاد نہیں ہوئی تھی اس وقت لوگ روشنی کے لئے چراغ او رموم بتی جلایا کرتے تھے پھر کچھ ترقی ہوئی تو لالٹین کا استعمال ہونے لگا اور اس کے بعد جب سائنس نے مزید ترقی کی تو بجلی ایجاد ہوگئی، اس سے لوگوں کو بہت سہولت ہوگئی، بجلی کے بہت سے فائدے ہیں، اس سے پنکھے چلتے ہیں جن کے ذریعے ہم گرمی سے بچتے ہیں اور ٹیوب لائٹ اور بلب کے ذریعے ہم روشنی حاصل کرتے ہیں۔

ان سب فائدوں کے ساتھ ساتھ بجلی کے بارے میں احتیاط کرنا بھی ضروری ہے، بجلی کے تاروں اور بٹنوں میں کرنٹ ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ان چیزوں کے اوپر بھی کرنٹ آجاتا ہے۔ جس تار یا بٹن کے اوپر کرنٹ آگیا ہو اس کو چھونے اور پکڑنے سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ بعض دفعہ انسان مرجاتا ہے اور بعض دفعہ انسان معذور ہوجاتا ہے۔ آپ نے اس طرح کی خبریں سنی ہوں گی کہ فلاں شخص کرنٹ لگنے کی وجہ سے انتقال کرگیا۔ جب انسان کو کرنٹ لگتا ہے تو پورے جسم میں پھیل جاتا ہے اور پورے بدن کا خون چوس لیتا ہے جس سے انسان کی موت واقع ہوجاتی ہے یا پھر اس کو ایک زور کا جھٹکا لگتا ہے جس کی وجہ سے انسان دور جا کر گرتا ہے اور بعض اوقات اس طرح گرنے سے اس کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

کرنٹ والی چیزوں میں احتیاط سے کام لیں:

پیارے بچو! بہت سے بچے خواہ مخواہ بجلی کے بٹنوں اور سوئچوں میں انگلیاں لگاتے رہتے ہیں، بٹن کھول اور بند کر کے کھیلتے ہیں اور کسی دن کھیل کھیل میں ہی کام تمام ہوجاتا ہے اور یہ بچے فوت ہوجاتے ہیں۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ اگر ہمیں کسی وقت کرنٹ لگ گیا تو ہم فوراً وہاں سے ہاتھ ہٹا کر بھاگ جائیں گے مگر آپ کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ کرنٹ لگنے کے بعد اتنا موقع ہی نہیں ملتا کہ انسان ہاتھ ہٹا کر وہاں سے دور بھاگ کر اپنی جان بچالے کیونکہ کرنٹ انسان کو فوراً اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، بجلی کی رفتار بے انتہا تیز ہوتی ہے وہ فوراً ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بلب کا بٹن کتنی دور ہوتا ہے لیکن بٹن کھولتے ہی دور لگا بلب جل جاتا ہے اور کچھ بھی دیر نہیں لگتی دیکھئے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 40 پر)

آئینۂ طب وصحت

بادام

کینسر کے خلاف سب سے زیادہ لڑنے والا میوہ!

ادارہ

بادام سے کون واقف نہیں؟ اس کے بے شمار فوائد آپ نے پڑھے بھی ہوں گے اور سنے بھی ہوں گے۔ بادام کا استعمال جہاں دیگر ذرائع میں لوگ کرتے ہیں وہیں آج اس کا آٹا بھی مقبول ہورہا ہے، بادام کا آٹا لوگوں میں اس لیے پسند کیا جاتا ہے کیونکہ یہ نشاستہ سے پاک یعنی گلوٹین فری ہوتا ہے، اس کے علاوہ جن افراد کو کم کاربوہائیڈریٹ والی غذائیں پسند ہیں ان کے لیے یہ بہترین انتخاب ہوتا ہے۔ اگر آپ کوئی بھی چیز بیک کرنے کے لیے میدہ یا آٹا استعمال نہیں کرنا چاہتے تب بادام کا آٹا اس کا بہترین نعم البدل ثابت ہوسکتا ہے۔ کیونکہ یہ آٹا صرف اور صرف باداموں سے ہی تیار کیا جاتا ہے جس میں سب سے پہلے اس کا چھلکا اتارا جاتا ہے تب نہایت صفائی سے اسے باریک پیسا جاتا ہے۔

جیسا کہ ہم سب ہی اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ بادام اپنی غذائیت اور قدرتی اجزاء کی بدولت صحت اور حسن ودلکشی کو برقرار رکھنے کے لیے ہر طرح سے فائدہ مند ہے۔ اس کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ اسے بغیر کسی دوسری اشیاء کی آمیزش کے بنایا جاتا ہے اس لیے اس میں شامل قدرتی اجزاء سے بھرپور نفع ملتا ہے۔ اس میں وہی خصوصیات ہیں جو ثابت بادام میں ہوتی ہیں۔ بادام کے آٹے کا ایک کپ تقریباً 90 باداموں کو پیس کر تیار کیا جاتا ہے اور یہ جسم کی روزانہ طلب کے حساب سے سو فیصد وٹامن ای فراہم کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ بادام کے آٹے کو ''سپرور اسٹائل آٹا'' بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اسے ہر قسم کی بیکنگ میں آسانی سے استعمال کیا جاسکتا ہے دوسرے عام آٹے یا معدہ میں نشاستہ بھی موجود ہوتا ہے جس کے آپ کی صحت پر خاطر خواہ اثرات مرتب نہیں ہوتے کیونکہ انہیں مصنوعی طریقے سے تیار کیا جاتا ہے اور اس قسم کے آٹے میں دیگر اشیاء کی آمیزش بھی کی جاتی ہے۔ لہٰذا ان کے استعمال سے صحت کے حوالے سے خطرہ رہتا ہی ہے۔ اگر آپ کو آٹا سہولت سے دستیاب نہیں تو بادام ویسے بھی کھاسکتے ہیں یہی فوائد ملیں گے۔ بادام قدرتی طور پر مکمل پاور ہاؤس ہے اس لیے دیگر جسمانی فوائد کے ساتھ ساتھ یہ دل کی صحت کے لیے بھی انتہائی مفید مانا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بلڈ شوگر کو لیول میں رکھتا ہے اور کینسر کی کچھ اقسام کی روک تھام میں بھی اہم ثابت

ہوتا ہے۔ بادام کو اس لیے بھی بہترین سمجھا جاتا ہے کہ اس کے استعمال سے وزن میں اضافہ نہیں ہوتا اور انسان جسمانی طور پر چاق و چوبند رہتا ہے۔

بادام دل کی صحت کے لیے انتہائی بہترین جانا جاتا ہے اس کے علاوہ خون میں کولیسٹرول کے توازن کو بھی برقرار رکھتا ہے اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ دل کے متعلق امراض میں شفایابی یا ان سے دور رہنے کے لیے بادام کا استعمال کیا جائے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اسٹڈی سے یہ بات بھی ثابت ہوچکی ہے کہ جو افراد اپنی خوراک میں بادام کو شامل رکھتے ہیں ان میں امراض قلب ہونے کا خطرہ بہت کم رہتا ہے کیونکہ یہ خون کی شریانوں کو بھی صحت مند رکھتا ہے۔

تحقیق سے یہ بھی پتہ چلایا گیا ہے کہ ایک ماہ تک روزانہ 50 گرام بادام کا استعمال انتہائی نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے۔ یہ دل کی صحت کے لیے بہترین غذا ہے۔ اسٹڈی سے ثابت ہوا ہے کہ بادام کو کسی بھی شکل میں استعمال کیا جائے خواہ ثابت ہو یا آٹے کی صورت میں یا پھر ثابت بادام کھانا یہ ہر طرح سے ایک ہی جیسا فائدہ مند رہتا ہے کیونکہ اس کو غذا کا مستقل حصہ بنائے رکھنے سے خون میں اینٹی آکسیڈینٹ کے لیول میں اضافہ ہوتا ہے، خون کی روانی کو رواں رکھتا ہے اور ہائی بلڈ پریشر کے خطرہ کو بھی کم کرتا ہے۔ یہ تمام فنکشنز کیونکہ دل کی صحت سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے دل کی تندرستی کے لیے بادام کا آٹا ضرور استعمال کرنا چاہیے۔ بادام کینسر کے سیل پر اپنا اثر ڈالتے ہیں اور انہیں بڑھنے اور پیدا ہونے سے روکتے ہیں۔ بادام میں موجود قدرتی اجزاء اینٹی کینسر کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اسٹڈی میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کینسر کی روک کے لیے بادام دیگر تمام Nuts سے زیادہ طاقتور ہے۔ اس لیے اسے Cancer fighting Food بھی کہا جاتا ہے۔

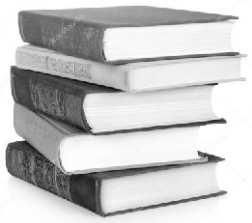
☆☆☆

بقیہ: آئینہ اطفال

کتنی جلدی کرنٹ کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔ احتیاط افسوس سے بہتر ہے: جب کسی انسان کو بجلی پکڑ لے تو اگر کوئی دوسرا بندہ اسے ہاتھ لگائے تو وہ بھی ساتھ ہی میں چپک جاتا ہے اور اس طرح دوسرا بندہ بھی کرنٹ کی زد میں آجاتا ہے پھر اگر اس دوسرے بندہ کو کوئی ہاتھ لگائے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اب امید ہے کہ آپ کو یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ بجلی کتنی خطرناک چیز ہے اس لئے آپ کو چاہئے کہ بجلی کے کرنٹ والی چیزوں کو ہاتھ لگانے سے بچیں، اگر کبھی بجلی کے بٹن کو ہاتھ لگانا ہی پڑے تو اس کا خیال رکھیں کہ ہاتھ گیلے نہ ہوں، کیونکہ کسی بٹن کو ہاتھ لگاتے ہوئے یا استری وغیرہ کرتے ہوئے اگر آپ نے پاؤں میں پلاسٹک کی چپل پہنی ہو تو اس سے بھی کرنٹ لگنے سے کافی حد تک بچ سکتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں اور آپ سب لوگوں کو بجلی کے کرنٹ سے بچائے۔ آمین۔

☆☆☆

آئینہ فقہ وفتاویٰ



دینی مسائل

محمد طارق ندوی

سوال: زید کی شادی زینب سے ہوئی۔ کسی بناء پر زینب نے خلع کرلیا، زینب عدت میں ہوگئی کیا اس دوران کسی دوسرے سے نکاح کرنا درست ہوگیا یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں عدت کے اندر زینب کا نکاح درست نہیں ہے۔ یہ نکاح معتبر نہ ہوگا۔ عدت گزر جانے کے بعد جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔

سوال: ہمارے یہاں جب کوئی حج پر جاتا ہے تو عزیز واقارب ملنے آتے ہیں تو حج پر جانے والے کو کچھ پیسہ بھی دیتے ہیں تو اس کا لینا کیسا ہے؟ اگر لینا جائز ہے تو مصرف کیا ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں اگر خوشی سے لوگ کچھ پیسہ یا تحفہ دیتے ہیں تو یقیناً جائز ہوگا، ان کو حج کرنے والا جہاں چاہے خرچ کرسکتا ہے۔

سوال: کیا سجدۂ سہو ایک سجدہ کرنے سے ادا ہوجائے گا؟

جواب: سجدہ سہو ایک سجدہ ادا کرنے سے ادا نہیں ہوگا۔ بلکہ سلام کے بعد دو سجدے کرنا واجب ہے۔

سوال: اگر کسی شخص نے چار رکعت والی یا تین رکعت والی نماز میں بھولے سے دو رکعت پر ہی سلام پھیر دیا تو کیا کرے؟

جواب: اگر مفسد صلوٰۃ عمل پائے جانے سے پہلے بنا کرے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے تو نماز درست ہوجائے گی۔

سوال: اگر عشاء کی دوسری رکعت میں امام نے قرأت سراً سہواً کرلی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب: سجدۂ سہو کے وجوب کی مختلف صورتیں ہیں جن میں سے واجب کی صورت کو بدلنا بھی ہے اس لئے مندرجہ بالا صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

سوال: حالت نماز میں کتنا ستر کا حصہ کھل جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی؟

جواب: مرد وعورت کے مقررکردہ ستر میں سے اگر کسی عضو میں سے بقدر ربع (چوتھائی مقدار) کھل جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

سوال: اگر نماز میں کوئی ایسا شخص جو نماز میں شریک

نہیں ہے باہر سے لقمہ دے دے اور امام اس لقمہ کو لے لے تو نماز درست ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: نماز فاسد ہو جائے گی درست نہیں ہوگی۔

سوال: آیت سجدہ لکھنے سے سجدۂ واجب ہوگا یا نہیں جبکہ آیت سجدہ کو زبان سے ادا نہیں کیا ہے؟

جواب: صرف آیت سجدہ لکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا جب تک زبان سے نہ پڑھے۔

سوال: اگر مقتدی کی تکبیر تحریمہ ختم ہونے سے قبل امام نے السلام کہہ دیا اگر اس نے علیکم نہیں کہا تو کیا اس کی اقتداء صحیح ہوگی؟

جواب: اگر مقتدی کی تکبیر تحریمہ ختم ہونے سے قبل ہی امام نے السلام کہہ دیا اگر علیکم نہیں کہا تو پھر بھی اس کی اقتداء صحیح نہیں ہوگی۔ اسے از سرِ نو تکبیر تحریمہ کہنا ہوگا۔

سوال: اگر کوئی شخص اپنے داماد کو زکوٰۃ دے تو کیا زکوٰۃ میں سے اس کی بیٹی صرف کر سکتی ہے؟

جواب: داماد اگر اس کا مستحق ہے تو اس کو یہ مال دینا جائز ہے اور چونکہ بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہوتا ہے، لہٰذا شوہر اس رقم کو بیوی پر خرچ کر سکتا ہے۔ ☆☆☆

MONTHLY
AAINA E HAQUE
DELHI
+91-8586838060

بقیہ: سیّدالانبیاء وسیّدالبشر کی شان میں گستاخی قبول نہیں

آپ ﷺ کے اوپر پتھر کی چٹان گرا کر مارنے کی کوشش کی گئی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا آپ ﷺ کی ساری اولاد کی آپ ﷺ کے سامنے وفات ہوئی۔ غرضیکہ سیدالانبیاء وسیدالبشر کو مختلف طریقوں سے ستایا گیا، مگر آپ ﷺ نے کبھی صبر کا دامن نہیں چھوڑا، آپ ﷺ رسالت کی اہم ذمہ داری کو استقامت کے ساتھ بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ ہمیں ان واقعات سے یہ سبق لینا چاہئے کہ گھریلو یا ملکی یا عالمی سطح پر جیسے بھی حالات ہمارے اوپر آئیں، ہم ان پر صبر کریں اور اپنے نبیؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کریں۔

☆☆☆

بقیہ : تحریک آزادی کے مجاہد

آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا: ''ان کا دل صرف اسلام کے لیے دھڑکتا ہے۔'' مصور پاکستان علامہ محمد اقبال نے کہا تھا: ''شاہ جی! اسلام کی چلتی پھرتی تصویر ہیں۔'' احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں: ''ان کے بے داغ اور بے لوث خلوص کی قسمیں صدیوں بعد کھائی جاتی رہیں گی''۔

☆☆☆

خطبۂ استقبالیہ

فروغ اردو و تعلیمی بیداری کانفرنس

اور

تقسیم اسناد

منعقدہ بتاریخ ۲۷ دسمبر ۲۰۲۰ء بروز اتوار ۱۰ بجے دن



قاری محمد فاروق جامعی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔۔۔۔۔۔۔۔امابعد

ہر طرح کی تعریف وتوصیف اسی رب کائنات کے لئے سزاوار ہے جو علیم وبصیر اور قدیر وخبیر ہے۔اسی نے ہمیں علم وفہم اور فکر ونظر کی دولت سے سرفراز کیا۔ درود وسلام ہو محسن انسانیت ہادیٔ انس وجاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی بدولت کتابِ ہدایت کا نور، سنت بیضاء کی روشنی اور دین اسلام جیسا کامل ومکمل نظامِ زندگی نصیب ہوا۔

آج کی اس مصروف اور متحرک دنیا میں سواریوں کی ہزار سہولتوں کے باوجود سفر کتنا کٹھن اور دشوار ہوگیا ہے اس کا اندازہ ہر فرد کو ہے۔ اِس کے باوجود میری کمزور ونحیف آواز پر خورد نوازی فرماتے ہوئے بزم کی رونق بڑھانے اور حوصلہ افزائی فرمانے کے لیے تشریف آوری یقیناً ہمارے لئے سرفرازی اور ایوارڈ سے بالکل بھی کم نہیں!

آج ہم اور آپ جہاں بیٹھے ہیں یقیناً یہ ایک کوردہ وپسماندہ علاقہ ہے لیکن یہ بھی اسی تاریخی شہر دہلی کا ہی حصہ ہے جو ہماری عظمت رفتہ کا امین ہے، جس کے کھنڈرات کے مٹتے ہوئے نقوش میں آج بھی ہماری عہدِ عروج کی داستانیں پڑھی جاسکتی ہیں، لیکن اب ہمیں رفت وبود گیا اور تھا کے سوا کچھ یاد نہیں۔

یہ شہر رشک بغداد، غیرت مصر، ہمسر قسطنطنیہ اور موازئ اُندلُس تھا، یہاں قدم قدم پر اسلامی درسگاہیں اور چپہ چپہ پر روحانی خانقاہیں قائم تھیں جن کے علمی افادات اور روحانی برکات سے ایک عالم مستفید ہوتا رہا ہے۔ اِسی دہلی میں فتاویٰ ہندیہ اور فتاویٰ عالمگیری جیسی کتاب مرتب ہوئی جو فِقہ اسلامی کا گراں مایہ اور احکام فتاویٰ کا اہم ماخذ شمار ہوتی ہے۔ اسی شہر کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر مسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اِحیاء دین واِصلاح امت کی تحریک کا آغاز کیا تھا۔ اسی عظیم تحریک کا ایک مظہرِ جمیل ''دارالعلوم دیوبند'' ہے جو اگر چہ ایک تعلیمی ادارہ اور مذہبی درسگاہ ہے مگر اس نے قومی زندگی اور ملی مسائل سے صَرف نظر نہیں کیا۔ ۱۸۵۷ء کے سیاسی انقلاب کے بعد جب برصغیر پر برطانوی راج کا تسلط ہوگیا اور ہمارے دینی عقائد واعمال اور اسلامی تہذیب واخلاق کی مضبوط بنیادیں متزلزل ہونے لگیں، اُس نازک گھڑی اور

کسمپرسی کی حالت میں اسلام کی بقاء وتحفظ کا تاریخی کارنامہ دارالعلوم دیوبند نے انجام دیا۔ **ذٰلك فضل الله يوتيه من يشاء** ۔علم بنی نوع انسان کے لیے ایک اہم ضرورت ہے، اس لئے کہ دینی اور دنیوی ترقیات کے زینے کو بغیر تعلیم کے سر نہیں کیا جاسکتا، نہ ہی تعلیم کی اہمیت وافادیت سے کوئی ذی شعور وفہم انکار کرسکتا ہے، محسن انسانیت آقائے مدنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس دین سے نوازا گیا اس کی ابتدا ہی تعلیم سے ہوئی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **اقراء باسم ربك الذی خلق** ۔ پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے سب کو پیدا کیا، تعلیم ہر انسان (چاہے وہ امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت) کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک ہے، یہ انسان کا حق ہے جسے کوئی اس سے چھین نہیں سکتا، اگر دیکھا جائے تو انسان اور حیوان میں فرق تعلیم کی بدولت ہے، تعلیم کسی بھی قوم یا معاشرہ کے لیے ترقی کی ضامن ہے۔ یہی تعلیم قوموں کی ترقی اور زوال کی وجہ بنتی ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کا مطلب صرف اسکول، کالج، مدارس اور یونیورسٹی سے ڈگری لینا نہیں بلکہ اس کے ساتھ تمیز اور تہذیب سیکھنا بھی شامل ہے تاکہ انسان اپنی معاشرتی روایات اور اَقدار کا خیال رکھ سکے۔ تعلیم وہ زیور ہے جو انسان کا کردار سنوارتی ہے۔ دنیا میں اگر دیکھا جائے تو ہر چیز بانٹنے سے گھٹتی ہے مگر تعلیم وہ دولت ہے جو بانٹنے سے گھٹتی نہیں بلکہ بڑھتی ہے یہاں تک کہ انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ تعلیم کی وجہ سے ہی دیا گیا ہے۔

لہٰذا ہم سب کے لئے ضروری اور فرض ہے کہ ہم سب تعلیم حاصل کریں اور تعلیم وتہذیب کے فروغ اور ترویج واشاعت کا ٹھوس انتظام کریں تاکہ ہمارے معاشرے کے افراد میں اور خود میں اخلاق حمیدہ پیدا ہو اور خود کو حُسن اخلاق، بلند کردار، حُسن معاملات اور حُسن سلوک کا پیکر اور نمونہ بنائیں تاکہ ایک صالح معاشرہ تشکیل پائے اور موجودہ اور آئندہ نسلوں میں اخلاقی زوال، نافرمانی، بے راہ روی کے بجائے خوفِ خدا، خشیت الٰہی، تقویٰ اور حلم و بردباری کی صفات پیدا ہوں۔ یہی اسلام کا آفاقی پیغام اور حصول علم کا اصل مقصد ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرات صحابۂ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور بعد کے زمانے کے افراد میں جو نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں اس کی اصل وجہ تعلیم اور تہذیب ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا **بعث معلماً** لیکن ہمارا اَلمیہ یہ ہے کہ ہم نے اُسی آفاقی درس کو پس پشت ڈال دیا جس کی بنا پر ذلت وخواری ہمارا مقدر بن گئی ہے۔

جب کی نہ دوائے دردِ جُنوں پھر چارہ گر و کہتے ہو یہ
کیوں ہر درد کا درماں ہوتا ہے، ہر زخم کا مرہم ہوتا ہے

ہم اور آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اردو زبان ہماری مادری زبان ہونے کے ساتھ ساتھ مذہبی زبان بھی ہے۔ میں یہ بات اس لئے پورے وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ہم نے اپنے مذہب کو اردو کتابوں سے ہی پڑھا اور سیکھا ہے۔ اردو زبان کو دنیا کی ممتاز ترین زبان کی حیثیت

حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو زبان کو دنیا کی تیسری بڑی زبان ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔اس میں تقریباً تین لاکھ الفاظ ہیں اور اِس زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی شیرینی اور مٹھاس کا ہر فرد قائل ہے۔ چنانچہ مختلف مذاہب،مختلف طبقے اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد اس زبان کو لکھتے، پڑھتے اور بولتے ہیں،لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہم خود ناقدرے ثابت ہوئے اور تعصب کا بہانہ بنا کر اردو کا جنازہ نکالنے کو تیار ہیں اسی طرح کل تک بہار میں اردو زبان کو چھٹا مقام حاصل تھا لیکن اب ساتویں پائیدان پر پہنچ گئی ہے۔

ان حالات میں اگر دوبارہ اردو زبان کا فروغ و ترقی، اس کا کھویا ہوا وقار اور اس کی ساکھ برقرار رکھنی ہے تو ہمیں آگے آنا پڑے گا اور کمر بستہ ہوکر زمینی سطح پر اردو زبان کی ترویج واشاعت اور فروغ کے لیے عملی اقدام کرنا ہوگا اور اس کے لیے اردو کے بڑے اداروں خصوصاً قومی کونسل برائے فروغ اردو اور اس کے فعال ومتحرک ڈائرکٹر جناب شیخ عقیل احمد صاحب سے بھی تعاون حاصل کرنا ہوگا۔

الحمد للہ آج اردو ڈپلومہ کورس میں کامیاب جن پچاس طلبہ وطالبات کو سند دی جارہی ہے وہ فاضل ڈائرکٹر صاحب کے تعاون کے رہین منت ہے اور آگے عربی، فارسی ڈپلومہ کورس اور کمپیوٹر ڈپلومہ سینٹر دینے کا وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو بارآور فرمائے اور پوری ملت کے لیے نیک فال ثابت ہو! ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدت کار دراز اور اردو زبان وادب کو ایک نئی جہت ملے۔ (آمین)

سلیقے سے ہواؤں میں جو خوشبو گھول سکتے ہیں
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جو اردو بول سکتے ہیں

ہماری باتوں کا سلسلہ بہت دراز ہوگیا۔شمع خراشی کے لیے معذرت چاہتے ہوئے ایک بار پھر تمام مہمانان کرام کا دل کی گہرائیوں سے خیر مقدم کرتے ہوئے شکریہ ادا کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ تمام حضرات کو اِس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔آمین

بقیہ : اسماء مجاہدین آزادی

181	قاضی سرفراز علی شاہجہانپوریؒ
182	قاضی عبدالجلیل شہید علی گڑھیؒ
183	مولانا فیض احمد بدایونیؒ
184	مولانا کفایت علی کافی شہید مرادآبادیؒ
185	مولوی وہاج الدین مرادآبادیؒ
186	مولانا محمد میاں منصور انصاریؒ
187	مولانا ابوسراج غلام محمد دین پوریؒ
188	مولانا سید تاج محمود امروہیؒ
189	حاجی صاحب ترنگزئی (فضل واحد)
190	ملّا بابڑہؒ
191	مولوی عبدالعزیزؒ
192	مولانا حکیم سید نصرت حسین کوڑہ جہاں آبادی
193	پیر غلام مجدد جان سرہندی
194	مولانا نثار احمد کانپوریؒ
195	مولانا عبدالعزیز گوجرنوالہ

☆☆☆

آئینۂ اخبار

آل انڈیا سراج العلوم ٹرسٹ رجسٹرڈ کی جانب سے

جامعہ عربیہ سراج العلوم میں فروغ اردو و تعلیمی بیداری کانفرنس اور تقسیم اسناد

ہر قوم کی ترقی کا انحصار حصول علم سے مربوط - ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی

جامعہ عربیہ سراج العلوم، راجیو نگر، منڈولی، دہلی کے وسیع ہال شیخ الہند منزل میں آل انڈیا سراج العلوم ٹرسٹ کے زیر اہتمام فروغ اردو، تعلیمی و بیداری کانفرنس کے عنوان سے ایک اہم پروگرام جمعیۃ علماء ہند، ضلع غازی آباد کے صدر حضرت مولانا محمد ابراہیم قاسمی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ نظامت کے فرائض مفتی گلزار قاسمی نے انجام دیا اور بطور مہمانان خصوصی ڈاکٹر مولانا رضی الاسلام ندوی ڈائریکٹر شعبہ اسلامیات، جماعت اسلامی ہند، جناب ذاکر خان چیئرمین اقلیتی کمیشن حکومت دہلی، جناب عمران الحق ڈپٹی ڈائریکٹر نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز محمد حسان عظیم الدین واعظ کی تلاوت قرآن کریم اور قاری نصرت الحسینی مہتمم مدرسہ خالد بن ولید غازی آباد و قاری محمد شاکر عاصم بلند شہر کی حمد و نعت سے ہوا۔

خطاب کرتے ہوئے سب سے پہلے جناب انعام الرحمٰن صاحب نے مسلمانوں کی تعلیمی، فکری اور پسماندگی کا اظہار کرتے ہوئے نسل نو کو تعلیم و تربیت سے آشنا کرنے اور ان کی رہنمائی اور تعاون کے تدابیر کے گر بتائے، سو کہا کہ: ہم اپنے بچوں کو صرف پیسوں ہی سے نہیں، بلکہ سرکاری اسکولوں کے ذریعے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دلا کر بھی مدد کر سکتے ہیں۔ جناب ذاکر خان چیئرمین اقلیتی کمیشن حکومت دہلی نے اپنے خطاب میں کہا کہ معیاری تعلیم کی بنیاد پر ہی معیاری زندگی کو چنا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اقلیتی کمیشن کی مختلف اسکیموں سے آگاہ کرتے ہوئے کمپیوٹر سینٹر کے قیام کو اپنی ترجیحات بتائی، جناب عمران الحق نے اردو زبان کے فروغ کے لئے جناب قاری محمد فاروق کی کوششوں کو سراہا اور ہر ممکن تعاون دینے کا اعلان کیا۔ ڈاکٹر جناب رضی الاسلام نے تعلیم کی اہمیت و افادیت پر سیر حاصل روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ کسی بھی قوم کی ترقی حصول علم پر ہی منحصر ہے، اس کے علاوہ دوسرا کوئی بھی ذریعہ انسان کی تعمیر و ترقی میں معاون نہیں ہو سکتا اور خود ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "بعثت معلما" کے ذریعے علم کی عظمت کو واضح فرمایا ہے! لہذا اس باب میں ہم سب کو مل کر کوشش کرنی چاہیے کہ معاشرے کا کوئی بھی بچہ غیر تعلیم یافتہ نہ رہ سکے پروگرام کے کنوینر قاری محمد فاروق جامعی نے خطبۂ استقبالیہ کے ذریعہ مہمانان گرامی کا خیر مقدم اور موضوع کی مناسبت سے فروغ اردو اور تعلیمی بیداری کا

واضح پیغام دیااور چند شخصیات کی دینی، علمی، سماجی اور دیگر خدمات کے اعتراف میں مومنٹو پیش کئے گئے۔جس میں مندرجہ ذیل حضرات قابل ذکر ہیں۔صدر مجلس: جناب مولانا محمد ابراہیم قاسمی صدر رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند،ضلع غازی آبادو گوتم بدھ نگر(یو۔پی) کو(شیخ الحدیث مولانا ذکریاؒ ایوارڈ برائے دینی وعلمی خدمات) مہمان خصوصی جناب ڈاکٹر شیخ عقیل احمد ڈائرکٹر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان حکومت ہند کو(امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ ایوارڈ برائے فروغ اردو وعلمی خدمات) جناب ڈاکٹر مولانا رضی الاسلام ندوی ڈائرکٹر شعبۂ اسلامیات جماعت اسلامی ہندکو(مولانا مناظر حسن گیلانیؒ ایوارڈ برائے دینی وعلمی خدمات) عالی جناب ذاکر خان چیئرمین،اقلیتی کمیشن حکومت دہلی کو(سرسید احمد ایوارڈ برائے سماجی خدمات) عالی جناب خالد انجم صاحب ایس۔ڈی۔،ایم لونی،غازی آباد کو(مولانا محمد علی جوہر ایوارڈ برائے سماجی انصاف) جناب مولانا محمد واصف نفیس مظاہری صدر دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء ہند ضلع غازی آباد کو(شیخ مولانا محمد یونس جونپوریؒ ایوارڈ برائے دینی وعلمی خدمات) جناب مفتی مولانا گلزار احمد قاسمی خزانچی جمعیۃ علماء ہند ضلع شمال مشرقی دہلی کو(مولانا محمد اسرارالحق قاسمیؒ ایوارڈ برائے دینی وملی خدمات) جناب جاوید اکرام انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر دہلی کو(سماجی ورفاہی خدمات ایوارڈ) قاری محمد شاکر عاصم مہتمم مدرسہ تحسین القرآن خرم پور بلند شہر(برائے دینی وملی خدمات) جناب صفدر فاروقی دفتر اقلیتی کمیشن حکومت دہلی کو(سماجی ورفاہی خدمات ایوارڈ) جناب کلیم اللہ دفتر قومی کونسل برائے اُردو فروغ زبان، دہلی کو(سماجی ورفاہی خدمات ایوارڈ) جناب نوشیرواں انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر دہلی کو(سماجی ورفاہی خدمات ایوارڈ) جناب ایم۔ایف، اسماعیلی چیئرمین دہلی اسٹیٹ عرس کمیٹی دہلی کو(دہلی سماجی ورفاہی خدمات ایوارڈ) جناب قاری محمد فاروق جامعی مہتمم جامعہ عربیہ سراج العلوم، راجیونگر ،منڈولی، دہلی کو(حضرت قاری صدیق احمد باندویؒ ایوارڈ برائے فروغ اردو دینی خدمات) آخر میں صدر کانفرنس مولانا محمد ابراہیم قاسمی نے قاری محمد فاروق جامعی کی دینی،علمی اور فکری کاوشوں کو سراہتے ہوئے لوگوں سے تعاون کی اپیل کی اور ناصحانہ خطاب کے بعد رقت آمیز دعا کرائی۔مولانا محمد واصف نفیس مظاہری معاون کنوینر نے جملہ مہمانان کرام اور حاضرین مجلس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مجلس کے اختتام کا اعلان کیا،اس موقع پر قابلِ ذکر افراد میں:

مفتی محمد فاروق گنگوہی، جاوید اکرام، مولانا محمد مہتاب ندوی،مفتی ظفر عالم ندوی، مفتی محمد موسیٰ قاسمی، محمد توفیق فاروقی،تمیز الدین فاروقی،محمد اسلم،محمد شوقین، رئیس خان،محمد چاند،مفتی محمد افروز عالم قاسمی،مولانا شاہین، محمد ذاکر حسین تیاگی،محمد اسلم فقیر اللہ، حاجی ارقم کے علاوہ کثیر تعداد میں مرد وزن شریک ہوئے۔ ☆☆☆

وفیات

ادارہ

ماضی قریب میں جن اساطین علم وحلم کے حادثۂ وفات سے ملت سوگوار ہوئی ہے ان میں سے چند اشخاص کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون قارئین ماہنامہ آئینۂ حق دہلی سے درخواست ہے کہ ان تمام حضرات کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ ادارہ آئینۂ حق جملہ پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں دعاء گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین

(۱) علومِ شریعت کا بیکراں، جامعہ احسن العلوم کراچی کا روح رواں، حضرت مولانا **زرولی خاں**ؒ (۲) ممتاز ادیب وانشاء پرداز، حضرت مولانا **مسعود عباسی**ؒ (قلمی نام **ابن الحسن عباسی**ؒ) ناظم مدرسہ تراث الاسلام کراچی (۳) الحاج **شیخ محمد ذکی**ؒ بھوپالی مہاجر مدنی، امیر تبلیغی جماعت مدینہ منورہ خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا **ذکریا**ؒ (۴) ترکی کے مشہور عالم دین **شیخ یوسف قراچہ ندوی**ؒ (۵) پون صدی قدیم دینی تعلیمی ادارہ مفتاح العلوم جلال آباد (شاملی یوپی) کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا **رضوان نسیم قاسمی**ؒ (۶) مشہور شیعہ عالم حضرت مولانا ڈاکٹر سید **کلب صادق**ؒ سابق نائب صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ انڈیا (۷) حضرت مفتی **خان محمد**ؒ سابق مہتمم مدرسہ جامعۃ الاصلاح نور الاسلام، ایف ۶ سلطانپوری، دہلی (۸) حضرت مولانا **محمد ابراھیم**ؒ سابق مہتمم مدرسہ جامعہ عربیہ ناشر العلوم پانڈولی (ناگل) ضلع سہارنپور، یوپی (۹) کانگریس کے سینئر رہنما اور صلاح کار عالی جناب **احمد پٹیل**ؒ پیرامن، گجرات (۱۰) **انوار احمد**ؒ (ماموں) مفتی رضاء الحق قاسمی استاذ جامعہ عربیہ سراج العلوم راجیونگر، منڈولی، دہلی (والد محترم مفتی اشتیاق احمد قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند) ☆☆☆



امت مسلمہ کے عائلی مسائل جیسے نکاح، طلاق، خلع اور وراثت سے متعلق
شرعی احکام سے واقفیت کے لئے ماہنامہ آئینۂ حق کا خصوصی شمارہ

اشتہار

مسلم پرسنل لاء نمبر

جس کا مطالعہ ہر گھر اور ہر فرد کے لئے از حد ضروری ہے



صفحات:312
سائز: 7.25 by 10.25
رعایتی قیمت200(ڈاک خرچ کے علاوہ)

محسن ملت حضرت مولانا اسرارالحق قاسمیؒ (ایم پی) کی حیات وخدمات پر
ماہنامہ آئینۂ حق دہلی کی ایک وقیع دستاویزی پیشکش

محسن ملت نمبر

مطالعہ میں ضرور رکھیں



صفحات:278
سائز: 7.30 by 09.75
رعایتی قیمت200(ڈاک خرچ کے علاوہ)

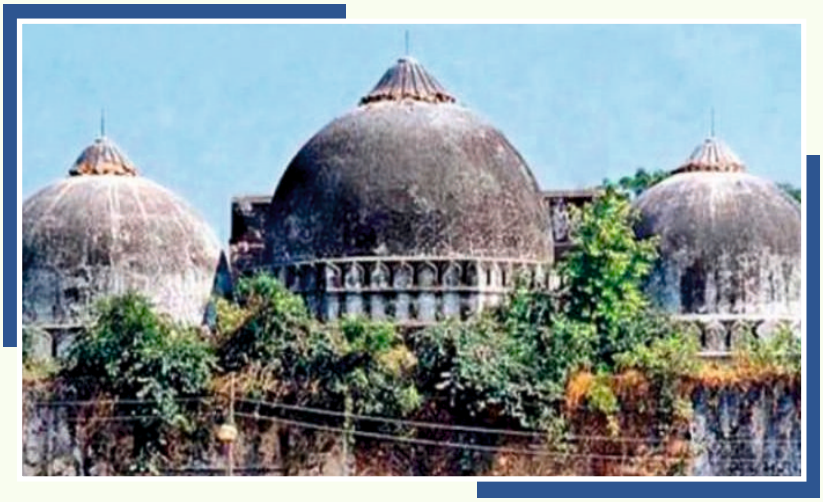
جلدی رابطہ کریں ایڈیشن محدود ہے

نوٹ: قارئین کے لئے بہتر ہے کہ رجسٹرڈ ڈاک سے منگوائیں سادی ڈاک سے منگوانے کی صورت میں
اگر موصول نہ ہوسکا تو ادارہ دوبارہ بھیجنے سے قاصر ہوگا۔ رابطہ نمبر8586838060

DL(E)-20/5526/2020-22 R.N.I.No.DELURD/2001/03171
Monthly AAINA-E-HAQUE Delhi
Date of Issue : 09/10 January-2021
Volume : 21 Issue No. : 01 January-2021

ماہنامہ آئینہ حق دہلی کی فخریہ پیشکش

شہید بابری مسجد نمبر



بہت جلد منصۂ شہود پر رونما ہونے والا ہے

جس میں آپ ملاحظہ کریں گے بابری مسجد

شہادت سے پہلے شہادت کے بعد

اور سپریم کورٹ کے حقائق کے خلاف فیصلے کی تفصیلات

اور دیگر مبنی بر صداقت تحریریں اور مقالات

اس تاریخی خصوصی نمبر سے آپ محروم نہ ہوں اس لئے اپنا آرڈر جلد بک کرائیں

Monthly AAINA-E-HAQUE ,Delhi
C.18, 2nd Floor, Street No.01, Rajiv Nagar, Mandoli, Delhi-110093 (India)
E-mail: aainaehaque80@gmail.com, Mob:+91-8586838060 09811759209